یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا ۙ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو

ماہنامہ

القولُ السدید

لاہور

مرکزی کونسل آف جرائد اہلسنت

قربانی کا بیان

مدینہ کی ویرانی

ترویج تعلیم محمدی

جنوری ۲۰۰۴ء

بیادِ امام المناظرین حضرت علامہ
صوفی محمد اللہ دتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

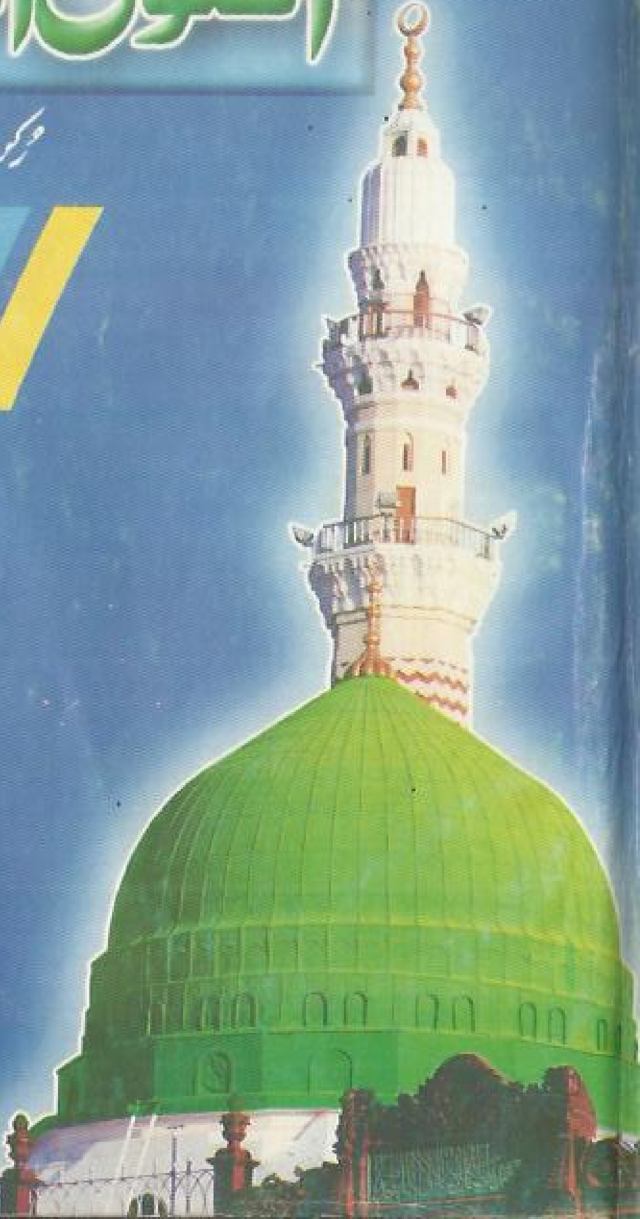

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ و صحبہٖ اجمعین

ماہنامہ القول السدید لاہور

جلد ۱۳ | جنوری ۲۰۰۴ء ذیقعدہ و ذوالحج ۱۴۲۴ھ | شمارہ ۱

مجلسِ ادارت

مدیرِ اعلیٰ: محمد طفیل

ناظم نشر و اشاعت: مولانا محمد حسین نقشبندی

ترسیلِ زر کا پتہ

ادارہ غوثیہ رضویہ کرم پارک مصری شاہ لاہور

مجلسِ مشاورت

محمد جاوید اکبر قادری صاحب

محمد عمر فاروق۔ بی ایس سی

محمد شہزاد بی ایس سی (انجینئرنگ)

محمد شہزاد سی اے

فہرست

حمد باری تعالیٰ ۲

نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۳

اداریہ ۴

درسِ قرآن ۷

درسِ حدیث ۱۴

اتحاد یا افتراق کے ضمن میں چند سوالات ۱۶

زبدۃ الاقاویل فی ترجیح القرآن علی الاناجیل۔ ۷۳

بدلِ اشتراک

فی شمارہ: ۱۰ روپے | سعودی عرب: ۳۰ ریال | انڈیا: ۱۳۰ روپے

سالانہ: ۱۰۰ روپے | برطانیہ: ۱۵ پونڈ | امریکہ: ۲۵ ڈالر

ناشر محمد طفیل کرم پارک مصری شاہ لاہور

مطبع: پیڈوے پرنٹنگ پریس ۹ ریٹی گن روڈ لاہور

حمدِ باری تعالیٰ

از پروفیسر سید عابد میر قادری سلطانی برہانپوری

چاند تاروں میں ہے تو پھولوں میں تو خاروں میں تو
تو ہی ظلمت شب، صبح کے انوار میں تو
از سمک تا بہ فلک تیرے ہی جلوے ہر سو
ریگ صحرا میں بھی تو شمس طرحدار میں تو
تو خداوند ہے خالق ہے ہر اک شے کا تو ہی
جلوہ گر آپ ہے خود اپنے ہی شاہکار میں تو
تو دعاؤں میں فغاں میں تو مناجات میں تو
گریۂ شب میں ہے آہ دلِ بیمار میں تو
تو نے مسجود ملائک کیا انساں کو مگر
آج گمنام ہے خود کوچہ و بازار میں تو
تو ہے پردے میں تو اصنام خدا بن بیٹھے
اور محصور ہوا سبحہ و زنار میں تو
اپنا عابد کیا مجھ پہ یہ کرم ہے تیرا
میری افکار میں الفاظ میں اشعار میں تو

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

از جناب طارق سلطانپوری صاحب حسن ابدال

وہ نوری کوچے وہ بازار یاد آتے ہیں
مدینے کے در و دیوار یاد آتے ہیں
زمانہ بھرتا ہے دم اہلِ جاہ و ثروت کا
انہیں غریب گنہگار یاد آتے ہیں
پڑے تڑپتے ہیں حسرت میں چارہ گر کی مریض
مرے مسیحا کو بیمار یاد آتے ہیں
تجلیاتِ مہ و مہر سے نہیں دل شاد
رُخِ حبیب کے انوار یاد آتے ہیں
طوافِ کوچۂ جاناں یہ اُوجِ بخت خوشا
حریم ناز کے زوّار یاد آتے ہیں
ہوئے جو لطفِ خرامِ حبیب سے محظوظ
وہ گُل کدے وہ چمن زار یاد آتے ہیں
ہے تحفہ یہ جگرِ لختِ لخت اُن کے لیے
سگانِ کوچۂ دلدار یاد آتے ہیں
نوادراتِ جناں کی ہوس نہیں طارق
عجائباتِ دریار یاد آتے ہیں

اداریہ

"اگر کوئی بُرا نہ مانے تو"

گذشتہ ماہ کے شمارہ میں ہم نے مولانا نورانی مرحوم کی رحلت پر لکھا کہ "مولانا کا کردار اس چند روزہ زندگی میں انتہائی قابلِ رشک رہا...... مگر یہ بات مسلمہ ہے کہ مولانا جس مقام و مرتبہ پر تھے وہاں پہ رہتے ہوئے تصلّب فی الدّین کا مظاہرہ جو انہوں نے کیا وہ شائد کوئی نہ کر سکے باتیں کر لینا تو بہت آسان ہیں مگر عمل کر کے دکھانا شائد نورانی میاں کا کام ہی تھا۔"

ہمارے اس تبصرے پر ہمارے قارئین نے مختلف قسم کے سوالات اُٹھائے ہیں فرداً فرداً ہر کسی کے خط کا جواب دینا تو ناممکن ہے البتہ مسئلہ کی نوعیت اور اہمیت کے مطابق گذارش ہے کہ القول السدید نے کبھی کسی کی بے جا تعریف و توصیف ہرگز نہیں کی اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ہمارا موجودہ علماء کی دھڑے بندیوں میں کسی سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ نہ تو ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم پیر ہیں اور نہ ہی مولوی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات سے عشق اس لیے ہے کہ اُس مردِ حق آگاہ نے وقت کے ناسُوروں کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ ناطقہ بند کر دیا۔ اعلیٰ حضرت کے بیان کردہ معیارِ ایمان پہ قائم رہنا موجودہ دور کے علماء اور پیروں کے بس کی بات نہیں (اِلّا ماشاء اللہ) کیونکہ اعلیٰ حضرت کی کسوٹیٔ ایمان و بیان پہ بیگانے تو کجا یگانے بھی عمل پیرا نہیں ہیں۔ نورانی میاں سے متعلق ہم نے جس مقام و مرتبہ کا ذکر کیا تھا وہ سیاسی مقام و مرتبہ تھا نہ کہ روحانی[1] ہم اس بات پر قائم

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ہیں کہ مولانا نے اس سیاسی مقام پر رہتے ہوئے اپنی مذہبی پوزیشن کو جس طرح قائم رکھا وہ شائد کوئی دوسرا نہ رکھ سکے کیونکہ نورانی میاں کی وفات کے بعد اُن کے پیروکار تعزیتی جلسوں کی رونق جن حضرات سے دوبالا کر رہے ہیں اور جن بدمذہب حضرات کے ساتھ مصافحے و معانقے کر رہے ہیں اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نورانی میاں کیسے لوگوں میں گھرے ہوئے تھے اور کس مشکل میں تھے۔ ان حضرات نے ہی نورانی میاں کو اس مقام (بدمذہبوں سے اتحاد و اتفاق) تک پہنچایا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ نورانی میاں مسلک پر سیاست کو قربان کر دیتے مگر افسوس کہ وہ یہ نہ کر سکے اور انہوں نے اپنے اسلاف سے علیحدہ راستہ اختیار کیا۔ بدمذہبوں کے ساتھ میل جول کو اپنا وطیرہ بنائے رکھا۔ اُن کے اس عمل سے مسلکِ اہلسنّت کو کتنا نقصان پہنچا اس بات کا فیصلہ تو مستقبل کا مؤرخ ہی کرے گا ہم تو اُن کے لیے دُعا گو ہیں کہ اللہ اپنے حبیب کے طفیل اُن کی مشکلات آسان فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے آمین!

ہمارے ایک مہربان نے یہ بھی فرمایا ہے کہ نورانی میاں کے انتقال پر آپ نے درست تبصرہ نہیں کیا۔ انہوں نے جو تبصرہ لکھ کر بھیجا ہے وہ ہدیۂ قارئین ہے:-

کُلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت،

مولانا شاہ احمد نورانی کا انتقالِ پُرملال

خلیفۂ اعلیٰحضرت عالمی مبلغِ اسلام و سُنّیت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری رضوی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے جمعیت العلماء پاکستان کے مقتدر رہنما ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ سینیٹر

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] روحانی مرتبوں کی تقسیم کے لیے ملک میں بے شمار نام نہاد روحانی پیشوا موجود ہیں یہ کام اُنہی کو مبارک۔

مولانا شاہ احمد نورانی بھی اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے وہ بین الاقوامی مبلغ و خطیب تھے انہیں چھ سات زبانوں پر مکمل عبور و قدرت حاصل تھی۔ انہوں نے مروجہ سیاست میں خوب نام پیدا کیا وہ علم و فضل کے جامع تھے جہاں ایک طرف مسلمہ ممتاز اکابر اہلسنّت کو اُن کے بار بار مخالفین اہلسنّت سے اتحاد و اشتراک کرنے پر شرعی اعتراض رہا وہاں یہ بات بھی مسلم ہے کہ مولانا نورانی میاں نے آج تک کسی دیوبندی وہابی مودودی رافضی غیر مقلد مولوی کی اقتداء میں نمازیں ضائع نہیں کیں۔ اُن کی دوسری بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ضمیر فروش بکاؤ سیاستدان نہیں تھے انہوں نے سیاست میں آکر نہ کبھی وزارت حاصل کی نہ ڈیزل پرمٹ اور روٹ پرمٹ حاصل کیے جبکہ اُن کے اتحادی صلح کلی حلیف مودودی پارٹی اور کانگریسی دیوبندی گاندھلوی مولوی مختلف ادوار میں وزارتیں ملازمتیں اور مختلف النوع پرمٹ حاصل کرتے رہے ہیں کیا اچھا ہوتا مولانا شاہ احمد نورانی اپنے شایانِ شان اپنے اکابر کے اتباع مسلک اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے تابع ہو کر خالص سُنّی سیاست کرتے اور سوادِ اعظم اہلسنّت کو منظم فرماتے تو اُن کا نام سُنّی تاریخ میں سُنہرے حروف میں لکھا جاتا۔ اب جبکہ مولانا نورانی انتقال کر گئے اب اُن کی ذات سے کچھ اختلاف کرنا کسی طرح مناسب نہیں اب جو بھی سُنّی عالم دین سیاست میں آئے اوّل ترجیح کے طور پر سُنّی قوم کو منظم کرے اور صلح کلی اتحادی فتنوں سے دامن بچائے اور اپنے آپ کو مقام مصطفٰے کے تحفظ اور نظام مصطفٰے کے نفاذ کے لیے وقف کر دے بدمذہبوں سے اتحاد و اشتراک سے آج تک سُنّی قوم کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔

درس قرآن

قربانی کا بیان

از جناب مولانا محمد حسین نقشبندی صاحب مدظلہٗ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلِکُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ط [1]

ترجمہ: اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپائیوں پر۔ [2]

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ اسلام سے پہلے بھی دوسری اُمتوں پر قربانیاں دینا ضروری تھیں۔ یہ بڑی پرانی عبادت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں حقیقی بیٹوں ہابیل اور قابیل نے بھی قربانی پیش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ [3] ط یعنی جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی۔

---

[1] پ ۱۷ الحج آیت ۳۴ [2] کنز الایمان

[3] پ ۶ المائدہ آیت ۲۷۔

یہ بھی خیال رہے کہ پچھلی امتوں میں قربانی کا گوشت کھانا جائز نہ تھا ان کی مقبول قربانی کو قدرتی آگ جلا جاتی تھی اور مردود قربانی ویسے ہی پڑی رہتی تھی۔ قربانی کا گوشت کھانا اس امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

قربانی کا حکم

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔

ترجمہ: تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

تشریح: اے محبوب آپ کو رب تعالیٰ نے خیر کثیر سے نوازا ہے لہٰذا آپ اس کے شکریہ میں نماز ادا کریں اور قربانی دیں۔ اس سے مندرجہ ذیل مسائل معلوم ہوئے:۔

(۱) نماز رب تعالیٰ کی نعمتوں کا بہترین شکریہ ہے۔

(۲) قربانی اسلامی شعار (علامت) ہے اس کے بدلہ میں قیمت وغیرہ نہیں دی جا سکتی۔

(۳) قربانی صرف مکہ معظمہ والوں یا حاجیوں کے لیے خاص نہیں جیسا بعض بے وقوفوں نے سمجھا ہے کیونکہ مدینہ پاک میں سرکار کو قربانی کا حکم ہو رہا ہے۔ (نور العرفان)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صاحبِ نصاب پر قربانی ہر سال واجب ہے کیونکہ یہ مال و جان کے شکریہ کے طور پر ہے تو جب تک مال و جان موجود ہیں شکریہ کے طور پر قربانی بھی کرنی ہوگی۔ اسی لیے صحیح بخاری میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جو کام آج ہم کریں گے وہ یہ ہے کہ (عید کی) نماز پڑھیں پھر اس کے بعد قربانی کریں گے۔ جس نے ایسا کیا اس نے ہمارے طریقہ کو پالیا اور جس نے پہلے ذبح کر لیا وہ گوشت ہے جو اس نے پہلے سے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کر لیا قربانی سے اسے کچھ تعلق نہیں۔

ابوداؤد و نسائی شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یوم اضحیٰ کا حکم دیا گیا ہے اس دن کو خدا تعالیٰ نے اس اُمت کے لیے عید بنایا ہے ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میرے پاس (منیحہ) چھوٹے جانور کے سوا کوئی جانور نہ ہو تو کیا اسی کی قربانی کر دوں فرمایا نہیں۔ ہاں تم اپنے بال اور ناخن کٹواؤ اور مونچھیں ترشواؤ اور ناف کے نیچے کے بال مونڈو اسی میں تیری قربانی خدا کے ہاں پوری ہو جائے گی یعنی جس کو قربانی کی توفیق نہ ہو اسے ان چیزوں کے کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی میں گائے سات کی طرف سے اونٹ سات کی طرف سے ہے۔

قربانی کے بارے میں مسائل فقہیہ

قربانی کے اقسام

قربانی دو قسم پر ہے واجب اور نفل۔

قربانی واجب ہونے کی شرطیں

(۱) اسلام: یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں۔

(۲) اقامت: یعنی مقیم ہونا مسافر پر قربانی واجب نہیں وہ اگر قربانی کرے گا تو نفل ہوگی۔

(۳) نصاب کا مالک ہونا غریب آدمی پر قربانی واجب نہیں اگر وہ کرے گا تو نفل ہوگی۔

(۴) آزاد ہونا غلام پر قربانی واجب نہیں کیونکہ وہ کسی چیز کا مالک ہی نہیں۔ (اگرچہ غلامی کا دور ختم ہو گیا ہے)

نصاب کیا ہے

جو شخص حاجتِ اصلیہ یعنی رہنے کا مکان خانہ داری کا سامان

جن کی حاجت ہو سواری کا جانور خادم پہننے کے کپڑوں کے علاوہ ساڑھے باون تولے (۵۲½) چاندی یا اس کی قیمت کا مالک ہو وہ صاحب نصاب ہے اس پر قربانی واجب ہے۔

شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں بلکہ قربانی کے لیے جو وقت مقرر ہے اس کے کسی حصہ میں شرائط پائی گئیں تو قربانی واجب ہے مثلاً ایک شخص کافر تھا قربانی کا وقت ابھی باقی ہے کہ مسلمان ہو گیا قربانی واجب ہے جبکہ دوسرے شرائط پائے جاتے ہوں۔ اسی طرح غلام تھا آزاد ہو گیا مسافر تھا مقیم ہو گیا۔ فقیر تھا قربانی کے وقت میں مالدار ہو گیا قربانی واجب ہے۔

قربانی کے وجوب کے لیے مرد ہونا شرط نہیں۔ عورت اگر مالدار ہے بقدر نصاب مال رکھتی ہے تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

اگر کوئی شخص مالدار ہے مگر اس پر قرض بھی ہے اگر اس کے مال سے قرض نکالا جائے تو بقدر نصاب مال باقی نہیں بچتا تو قربانی واجب نہیں۔

قربانی کے وقت میں قربانی ہی ضروری ہے، اگر قربانی کی جگہ کوئی جانور یا دوسری چیز یا رقم صدقہ کر دی تو بری الذمہ نہیں ہوگا قربانی کرنا ہی لازم ہے اس میں نیابت ہو سکتی ہے خود کرنا ضروری نہیں دوسرے کو اجازت دیدے اس کے کرنے سے بھی ادا ہو جائے گی۔

قربانی کے ایام

دسویں ذوالحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن دو راتیں۔ ان دنوں کو ایام نحر کہتے ہیں اور گیارہ سے تیرہ تک تین دن کو ایام تشریق کہتے ہیں لہٰذا بیچ کے دو دن ایام نحر اور ایام تشریق دونوں ہیں۔ پہلا دن دسویں ذوالحجہ صرف یوم النحر اور پچھلا دن تیرہویں ذوالحجہ صرف یوم التشریق ہے۔

قربانی کا وقت

شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ عید کی نماز ہو چکے تو اس کے بعد کی جائے اور دیہات میں چونکہ نماز عید

واجب نہیں طلوع فجر کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔

قربانی کے جانور کا بیان

قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں (۱) اونٹ (۲) گائے (۳) بکری۔

(۱) اونٹ میں اونٹنی اونٹ خصی غیر خصی سب کا ایک حکم ہے۔

(۲) گائے میں بھینس اور نر مادہ سب شامل ہیں۔

(۳) بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہے۔

قربانی کے جانور کی عمر

اونٹ پانچ سال کا۔ گائے دو سال کی اور بکری ایک سال کی۔ اس سے کم عمر ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو افضل ہے ہاں دنبہ چھ ماہ کا بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال کا معلوم ہو تو جائز ہے۔

قربانی کے جانور میں عیب نہ ہو۔ جس جانور کا سینگ جڑ تک ٹوٹ گیا اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر تیسرے حصے سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔ ایسے ہی کان اگر تیسرے حصہ سے کم کٹا ہے تو جائز ورنہ ناجائز۔ کانا، اندھا، لنگڑا جو چل پھر نہ سکے قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جا سکے اتنا لاغر کہ ہڈیوں میں مغز نہ ہو دم یا چکی تہائی سے زیادہ کٹی ہوئی ہو ان کی قربانی جائز نہیں بکری یا گائے جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہو گئے ہوں بکری کا ایک تھن اور گائے بھینس کے دو تھن اگر کٹے ہوں یا خشک ہوں تو قربانی جائز نہیں۔

جو جانور گندگی کھاتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہاں اگر اس کو کچھ عرصہ باندھ کر حفاظت کی گئی ہو تو جائز ہے۔ خنثیٰ جانور جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اس کی قربانی جائز نہیں البتہ خصی جانور یا جس کے خصیے وغیرہ کاٹ لیے گئے ہوں اس کی قربانی جائز ہے۔

قربانی کے جانور میں شرکت کے مسائل

اونٹ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں مگر ان

سب کی نیت تقرب (ثواب) حاصل کرنے کی ہو اگر ایک کی بھی نیت صرف گوشت کھانے کی ہو تو کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔ ہاں تقرب مختلف قسم کے بھی ہوں تب بھی شریک ہو سکتے ہیں مثلاً قربانی کرنے والوں میں کوئی عقیقہ کرنے والا بھی مل جائے تو قربانی ہو جائے گی۔

قربانی کے گوشت کا حکم

قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے شخص غنی یا فقیر کو بھی دے سکتا ہے بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کیے جائیں ایک حصہ فقراء غرباء میں تقسیم کرے ایک حصہ دوست احباب کو دے اور ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لیے رکھ لے اور اگر اہل عیال زیادہ ہیں اور وہ صاحب وسعت نہیں تو سارا گوشت بھی گھر میں رکھ سکتا ہے اور اگر کسی نے سارا گوشت تقسیم کر دیا یہ بھی جائز ہے قربانی کا گوشت پاکستان میں رہنے والے غیر مسلموں کو دے سکتے ہیں کہ یہ لوگ ذمی ہیں حربی نہیں۔ حربی کافر کو نہیں دے سکتے۔

گوشت میں شرکاء کا حکم

گائے یا اونٹ میں جو سات آدمی شریک ہوں گے وہ گوشت کو وزن کر کے برابر سات حصوں میں تقسیم کریں۔ یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ اگر کمی بیشی ہو گئی تو ہر ایک دوسرے کو معاف کر دے گا کیونکہ یہ شرعی حق ہے جس کا کسی کو معاف کرنے کا حق نہیں۔ قربانی کا گوشت چمڑا وغیرہ قصائی کو مزدوری میں نہیں دے سکتے ہاں بطور مدد اپنے حصے سے دے سکتے ہیں مگر مزدوری اس کو الگ دیں۔

قربانی کی کھال کا حکم

قربانی کی کھال اپنے کام میں لائی جا سکتی ہے۔ مثلاً کتابوں کی جلد کرالے، ڈول مشکیزہ وغیرہ یا جائے نماز بنالے۔ بیچ کر پیسے نہیں استعمال کر سکتا۔ چمڑا دینی مدارس میں مساجد میں کسی دینی کام میں لگا سکتے ہیں کسی فقیر غریب کی مدد کر سکتے ہیں، کسی بیوہ یا یتیم کو دے سکتے ہیں۔

ذبح سے پہلے قربانی کے جانور سے نفع حاصل نہیں کیا جا سکتا

قربانی کا جانور معزز و محترم ہے اس پر سواری کرنا اس کو کرائے پر دینا اس کا دودھ استعمال کرنا اون وغیرہ اپنے کام میں لانا جائز نہیں ہاں جب ذبح ہو جائے تو اون کاٹ کر اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔ تھنوں میں دودھ ہے تو دوہ سکتا ہے کہ جو مقصود تھا پورا ہو گیا اب یہ اس کی ملکیت ہے استعمال کر سکتا ہے۔

قربانی کرنے کا طریقہ

قربانی کا جانور بے عیب خوبصورت موٹا تازہ پوری عمر کے ساتھ جو اوپر بیان ہوئی عمدہ قسم کا ہو ذبح کرنے سے پہلے اسے چارہ پانی دے دیں اور ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کریں اور پہلے سے چھری تیز کر لیں اس کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے۔ جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ قبلہ کو اس کا منہ ہو اور اپنا دایاں پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر یہ دعا پڑھے: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اور تیزی سے چھری چلا کر ذبح کر دے قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ[1] کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَحَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ اس طرح ذبح کرے کہ چاروں رگیں کٹ جائیں یا کم از کم تین رگیں کٹ جائیں اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرہ تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے پھر جب تک جانور کی

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر دیکھیں)

---

[1] اگر دوسرے کی طرف سے ہو تو منّی کی جگہ من کہے اور اس کے بعد اس کا نام لے۔

درسِ حدیث

از جناب عبد المصطفیٰ اعظمی صاحب علیہ الرحمہ

مدینہ کی ویرانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ وَخُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ الْقُسْطَنْطِيْنِيَّةِ وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِيْنِيَّةِ خُرُوْجُ الدَّجَّالِ[1]

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت المقدس کا (بربادی کے بعد) آباد ہونا مدینہ کی ویرانی ہے۔ اور مدینہ کی ویرانی جنگِ عظیم کا نکلنا ہے۔ اور جنگِ عظیم کا نکلنا قسطنطنیہ کا فتح ہونا ہے۔ اور فتحِ قسطنطنیہ دجّال کا نکلنا ہے۔

تشریح: حدیث کے خلاصہ کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام واقعات کا ظہور یکے بعد دیگرے آگے پیچھے ہوگا اور قیامت سے پہلے

؎ ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ مطبع مجتبائی ؛

ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی آبادی ویران ہو جائے گی۔ چنانچہ اس بارے میں طبرانی کی ایک حدیث ہے کہ مدینہ کی آبادی بڑھ کر سَلع پہاڑ تک پہنچ جائے گی۔ پھر مدینہ منورہ پر ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ مسافروں کی جماعت اس شہر کے اطراف سے گذرے گی تو یہ کہے گی کہ کبھی اس جگہ کوئی آبادی تھی۔ کیونکہ عرصہ دراز تک ویران ہوتے ہوتے اس کے نشانات و آثار مٹ چکے ہوں گے[1]

تبصرہ: ابھی تک یہ نشانی عالمِ وجود میں نہیں آئی۔

بقیہ: درسِ قرآن

روح بالکل نہ نکل جائے اس کے نہ پاؤں وغیرہ کاٹیں نہ کھال اتاریں۔ بحر الرائق میں ہے کہ قربانی کرنے والا بقرعید کے دن سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے اور کوئی چیز نہ کھائے یہ مستحب ہے اس کے خلاف بھی کیا تو کوئی حرج نہیں۔

جانور کے پیٹ کا بچہ: قربانی کے جانور کے پیٹ سے بچہ نکلا تو اسے بھی ذبح کر دے اور اگر وہ مردہ ہے یا ابھی جان ہی نہیں پڑی تو پھینک دے یا کہیں دفن کر دے قربانی میں کوئی فرق نہیں آئے گا قربانی ہو جائے گی۔

(ماخوذ از بہارِ شریعت)

؎ حجۃ اللہ جلد ۲ صفحہ ۸۴۳ ؛

اتحاد یا افتراق کے

ضمن میں چند سوالات

از قلم رئیس العلماء حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی علیہ الرحمہ

تقلید کے متعلق وہابیوں کا نظریہ

مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی لکھتے ہیں کہ: وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالت جانتے ہیں۔ اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ واہیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہل سنت وجماعت کے مخالف ہو گئے چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں۔[۲]

ہاں تو اصل میں بات یہ ہو رہی تھی کہ بجائے اہل سنت وجماعت کے

---

[۱] علماء اسلام اور بانی تحریک خاکساران مرتبہ مولوی احمد علی صاحب لاہوری۔

[۲] الشہاب الثاقب صہ ۶۲۔

"ملت اسلامیہ محمدیہ" لقب رکھا جائے۔ تو اگر ان گمراہ لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کے لیے یہ جد وجہد کی گئی تو ایک روز بھانڈا پھوٹ جائے گا اور پھر سب کے سب مسلمان تمہارے مخالف ہو جائیں گے تو پھر آپ کو اس کاوش کا فائدہ کیا ہوگا۔

جواب نمبر ۳: جو تجویز آپ پیش کر رہے ہیں یہ چاروں مذاہب شریعت کے ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ، اور یونہی چاروں سلاسل طریقت کے بانی حضرات حضور سیدنا غوث اعظم شیخ سید عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمہم اللہ تعالیٰ یونہی حضرت علی ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ۔ یونہی ہزاروں اولیاء، عرفاء نجباء علماء حقانی۔ محدثین، مفسرین، متکلمین، فقہاء امت کو یہ وسعت وشفقت والی تجویز آخر کیوں نہ سوجھی۔ کوئی بات تو ان سب مردان حق کے پیش نظر ہو گی نا اس لقب اہل سنت وجماعت کو جوں کا توں برقرار رکھنے میں۔ خدارا سوچئے اور غور کیجئے خصوصاً سحری کے وقت عاجزی سے دو رکعت نفل ادا کرنے کے بعد بارگاہ رب العزت سے توفیق خیر کی دعا مانگ کر اس مسئلہ پر غور کیجئے ہو سکتا ہے کہ آپ کی سمجھ میں بات آجائے اور اسی لقب کی اصل وجوہات، حکمت وفلاسفی آپ کے ذہن نشین ہو جائے۔ خدا توفیق دے آمین!

جواب نمبر ۴: اس لقب کو تبدیل کرنا فتنہ وفساد کا دروازہ کھولنا ہے مثال کے طور پر دیکھئے اگر کچھ اہل محلہ جو مسلک رکھتے ہوں بصورت تبدیلی لقب ہذا کے امام مقرر کرتے وقت اس سے تبدیل شدہ جدید لقب کی نشاندہی کے ساتھ تحریر لے لیتے ہیں یا کہ بغیر تخصیص وتقیید اہل سنت وجماعت ہونے کے صرف جدید لقب کی نشاندہی کے ساتھ عہد وپیمان ہو جاتا ہے۔ پھر بعد میں امام کا مسلک کچھ اور نکلتا ہے تو دنگا وفساد کا خطرہ ہے۔ یونہی کوئی

بانیٔ مسجد جو کہ مسلک سُنّی رکھتا ہو تحریر کر جائے کہ مسجد ہٰذا اہل سنّت وجماعت کی ہے اور اس میں امام بھی سُنّی ہی مقرر کیا جاسکتا ہے اور پھر بعد میں کسی وقت اس تجویز تبدیلیٔ لقب پر عمل کرنے کی صورت میں امام کی پوری تشخیص عمل میں نہ آئے اور اس کے "ملّت اسلامیہ محمدیہ" کا اپنے آپ کو ایک فرد ظاہر کرنے پر ہی اس کی مسجد میں تقرری عمل میں آجائے تو آئندہ کسی بھی وقت فتنہ وفساد رونما ہونے کا خطرہ باقی رہے گا۔ اور اس کی طرف سے مسلک اہلسنّت کی خلاف ورزی کرنے پر فساد برپا ہو سکتا ہے۔ برخلاف اس کے جب ہر مسلک والے مسلک سے متعلق پوری تشخیص کر کے تقرری عمل میں لائیں گے تو پھر یہ خطرہ نہ رہے گا۔ ہاں مگر اس صورت میں فساد کا یہ مذکورہ خطرہ ٹل سکتا ہے کہ: کوئی ان مختلف نظریات کے حامل لوگوں کو باوجود ان کی کفریات کے مکمل مسلمان ہونے کی سند عطا کر دے اور ان کا مسلمان ہونا دلائل سے ثابت کر دے۔ ورنہ یونہی یہ فیاضی یا فیاضانہ روّیہ موجب زحمت وپریشانی ہوگی۔

سوال نمبر ۷: دوسرے فرقوں کے بارے میں جاننا کیوں ضروری ہے؟

جواب: سب فرقوں کا جاننا تو ضروری نہیں البتہ اپنے زمانے میں اور پھر خصوصاً اپنے علاقے میں اور بالخصوص ان لوگوں کے بارے میں جن کے ساتھ مجالست وہمنشینی ہوتی ہو جاننا اس لیے ضروری ہے کہ گمراہ فرقوں کے ساتھ میل جول سے منع فرمایا گیا ہے مثلاً ارشاد نبوی ہے:

سَیَأْتِی قوم یقال لہم الرافضۃ یطعنون السّلف فلا تجالسوہم ولا تؤاکلوہم ولا تشاربوہم فلا تناکحوہم واذا مرضوا فلا تعودوہم واذا ماتوا فلا تشہدوہم ولا تصلّوا علیہم ولا تصلّوا معہم۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب کچھ لوگ آنیوالے ہیں جن کو رافضی کہا جائے گا وہ سلف صالح یعنی صحابہ کرام پر طعن کریں گے۔ تو ان کے پاس نہ بیٹھنا۔ اُن کے ساتھ نہ کھانا، نہ ان کے ساتھ پانی پینا۔ نہ ان کے

ساتھ شادی بیاہ کرنا۔ بیمار پڑ جائیں تو ان کو پوچھنے نہ جانا، مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہونا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا اور نہ ہی ان کے ساتھ مل کر جنازہ پڑھنا یعنی اگر کسی نماز جنازہ میں وہ شریک ہوں تو تم شریک نہ ہونا۔"[1]

یہ حدیث ہے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی عالم کا قول نہیں ہے اور فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو احکام شریعت میں ذکر کیا ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ایّاکم وایّاہم لا یضلّونکم ولا یفتنونکم[2] گمراہ فرقوں سے دُور رہو کہ کہیں وہ تمہیں بھی گمراہ نہ کر دیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں"۔

(راقم آثم) اسی لیے تو ان کے بارے میں معلومات رکھنا ضروری ہے نا۔

(۳) واذا رأیتم صاحب بدعۃٍ فاکفہر وافی وجہہٖ الخ اور جب تم کسی بد مذہب کو دیکھو تو اس کے منہ پر اس سے ترش روئی کے ساتھ پیش آؤ کیونکہ آخر اللہ تعالیٰ ہر بد مذہب کو دشمن رکھتا ہے"۔[3]

(۴) مَن وقّر صاحب بدعۃ فقد اعَانَ علیٰ ہدم الاسلام[4]۔ جو کسی بد مذہب کی توقیر وتعظیم کرے تو اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد دی۔ (العیاذ باللہ)

(۵) من مشیٰ الیٰ صاحب بدعۃٍ لیوقّرہ فقد اعان علیٰ ہدم الاسلام[5]۔ جو کسی بد مذہب کی طرف اس کی توقیر وتعظیم کرنے کو چلے تو اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی"۔

(ایسے ہی الفاظ) اور بھی کئی احادیث مبارکہ میں ہیں۔

---

[1] احکام شریعت حصّہ دوم صـ۱۸۵ بحوالہ ابوداؤد شریف [2] صحیح مسلم شریف [3] محدّث ابن عساکر (۴) طبرانی وغیرہ [5] طبرانی

اب کہیے کہ جب تک ان کے بارے میں معلومات نہیں رکھے گا کیسے اپنے آپ سے ان کو دور رکھے گا اور کیسے ان سے بچے گا اور ان ہدایات رسولی پر کیسے عمل کرے گا۔

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ: وعلم الالفاظ المحرّمة او المکفّرة والعمری ھذا من اھم المھمّات فی ھذا الزمان لانک تسمع کثیراً من العوام یتکلمون بما یکفر وھم عنھا غافلون[1] یعنی ہمارے اس زمانے میں ایسے الفاظ کا معلوم کرنا بھی فرض عین ہے جن کے تلفظ سے آدمی کسی چیز کو حرام (کہہ) بیٹھتا ہے یا کہ خود کافر ہو جاتا ہے کیونکہ عوام بسا اوقات ایسے الفاظ بول جاتے ہیں جبکہ وہ ان کے حکم سے بے خبر ہوتے ہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ناواقفیت کی وجہ سے اگر کسی گناہ میں پڑنے یا کہ کفر کا اندیشہ ہو تو پھر ایسی چیز کا معلوم کرنا ضروری ہو جایا کرتا ہے۔ تو یونہی مقصد مذکور کے تحت اپنے پڑوس اور اپنے ماحول کے گمراہ فرقوں سے متعلق معلومات رکھنا ضروری ہے۔ لیکن یہ ضروری صرف اس حد تک ہی ہے کہ جس سے اپنے ایمان کا تحفّظ ہو سکے اور کفر یا کسی گناہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ و احتمال نہ رہے۔

جواب سوال نمبر ۸: اختلاف رائے کا حق دین میں صرف مجتہدین کو ہوتا ہے اور وہ بھی فروعی مسائل کی حد تک محدود ہوتا ہے۔ اب ہر پڑھا لکھا آدمی یا ہر صاحب علم مجتہد تو نہیں ہوتا اور پھر جب اختلاف کی نوعیت بھی اعتقادی ہو تو مسائل اعتقادیہ میں اختلاف رائے کا کیا سوال ہے اور خدا کے بندو۔ ایک آیت کے انکار سے تو کفر لازم آجاتا ہے بلکہ قرآن

[1] ردالمحتار جلد ۱ ص ۳۲۔

پاک کی تو ایک حرف کے انکار سے بھی کفر لازم آتا ہے اس حیثیت سے کہ وہ قرآن کا حرف ہے۔ یونہی حدیث متواتر اور اجماع کے انکار سے بھی کفر لازم آتا ہے کیونکہ وہ بھی قطعی ہیں تو جب ان کے انکار سے کفر تک لازم آسکتا ہے تو پھر اس سے فرقہ کیوں نہیں بنے گا ضرور بنے گا ہاں البتہ فروعی مسائل جیسے حنفی و شافعی فقہ کے مسائل میں اختلاف کے باوجود ہر مقلد اپنے امام کی فقہ و اجتہاد پر عمل پیرا ہو گا اور دوسرے مقلد سے اس کا اس عمل میں اختلاف تو ہو گا مگر اس سے وہ الگ فرقہ نہیں بنے گا کیونکہ تمام مذاہب فقیہہ یعنی چاروں مذاہب کا طریقہ ایک ہی ہے اور باوجود آپس کے اس قدر اختلاف کے جو کہ ان کے درمیان ہے کہ وہ کافی اختلاف ہے لیکن پھر بھی چونکہ اس کی نوعیت اجتہادی اختلاف کی ہے اور وہ فروعی ہے اصولی نہیں اس لیے ان سب کا فرقہ ایک ہی ہے اور وہ ہے اہل سنت وجماعت۔

اور اس سوال کے آخر میں جو یہ فقرہ لکھا ہے کہ "یہ مولویانہ سوچ ہے" تو اس پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ جو اس کے مقابلے میں ہو گی وہ انگریزانہ سوچ ہو گی اور فرنگیانہ۔ خدا کے بندو علماء کو حقیر نہ جانو، کہ ان کے اعمال خواہ کچھ بھی ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ دین بظاہر ان ہی کے دم قدم سے قائم ہے کیونکہ اگر یہ نہ پڑھیں تو پھر علماء کہاں سے پیدا ہوں۔ اب جنہوں نے عمر کو انگریزی اور دنیاوی تعلیم پر صرف کرنا ہے ان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ علماء دین پر پھبتیاں کسیں دراصل انگریزی کا کچھ اثر ہی ایسا ہے کہ وہ دین سے ورنہ دین والوں سے متنفر کر دیتی ہے۔ الا ماشاء اللہ،

یاد رکھو! کہ دین کے معاملہ میں تو تمہیں نیچے ہی رہنا پڑے گا علماء سے اوپر جانے کا سوچو بھی نہیں۔ آخر کیا تمہارے نزدیک ان لوگوں کا کوئی مقام نہیں جنہوں نے اپنی عمر عزیز کے بیس پچیس سال کا گرانقدر حصہ صرف دین حاصل کرنے پر صرف کر دیا ہے۔ کیا وہ اور دوسرے

لوگ انگریزی میں سر کھپانے والے برابر ہی ہوں گے۔ اور کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ویسے ہی فرما دیا ہے: قُل ھل یستوی الذین یعلمون والّذین لا یعلمون ○ کہہ دیجئے کیا علم (دین) والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔ یعنی ہرگز نہیں کیونکہ استفہام انکاری ہے۔

جواب سوال نمبر ۹: افتراقِ اُمّت تکوینی طور پر حق ہے اور اتحاد کی دعوت شرعی احکام و ہدایات و تعلیمات کے مطابق دی جاتی ہے لہٰذا ان دو باتوں میں کچھ تعارض نہیں ہے اور اس سوال کی مثال تو ایسی ہے جیسے اگر بیمار سے کہا جائے کہ بھائی علاج کروالو تو وہ جواب میں یہی کچھ کہہ دے کہ "جب میری بیماری منجانب اللہ حق ہے تو پھر علاج کے کیا معنی؟" اب اس کو سمجھانے کے لیے جو کچھ کہا جائے گا بس یہی کچھ یہاں بھی کہا جا سکتا ہے۔

جواب سوال نمبر ۱۰: سوال میں اتحاد کی نوعیت کی وضاحت نہیں کی گئی یہ ہونی چاہیے تھی، بہرحال شرعی نکتہ نظر سے مسئلہ واضح ہے کہ باطل فرقے جب تک اپنی خرابی کا ازالہ نہیں کریں گے ان کے ساتھ میل جول از روئے شرع شریف ممکن نہیں ہے اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی متعدی مرض کا مریض لوگوں سے کہے کہ تم لوگ میرے ساتھ مل بیٹھنے سے کیوں کتراتے ہو اب ذرا بتاؤ تو سہی کہ تم لوگ کھل کر میرے ساتھ کب بیٹھو گے تو اب جو کچھ اس سے کہا جائے گا۔ وہی کچھ یہاں بھی کہہ دینا کافی ہے۔

جواب سوال نمبر ۱۱: سیاسی لوگ اس بات کی چنداں پرواہ نہیں کیا کرتے کہ مسئلہ شرعی کیا ہے۔ ان کے پیش نظر تو بس سیاسی مقاصد ہی ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ منظر ۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد کے اجلاسوں کے موقعہ پر تو دیکھنے میں آ سکتا ہے۔ تو احکام شرعیہ کے سلسلے میں تساہل اور ضوابط شرعیہ کے بارے میں ان بیباک مولوی صاحبان کی روش اور

ردّ یہ کوئی شرعی دلیل نہیں بن سکتا۔ اس لیے اس پر قیاس کرنا یا اس سے استدلال کرنا درست نہیں۔

جواب نمبر ۲: اُس وقت سب کے پیش نظر پاکستانی ریاست کا حصول تھا عقائد و فقہ نہیں لیکن اب جبکہ اسلام کے نفاذ کا مسئلہ درپیش ہے تو ہر فرقہ خصوصاً سُنّی، شیعہ اپنی اپنی فقہ کو سامنے لا رہے ہیں۔ اب بھلا بتائیے کہ اس موقعہ پر ان میں اتحاد کیونکر ممکن ہوگا، اور اگر اس کی کوئی ممکنہ صورت ہے تو بس یہی کہ ملک میں چونکہ سنّیوں کی اکثریت ہے اور جمہوری ممالک میں اکثریت کی بنا پر ہی حکومتیں بنا کرتی ہیں تو اسی مسلّمہ قاعدہ کے پیش نظر ملک میں پبلک لاء سُنّی فقہ کے مطابق نافذ کیا جائے اور پرسنل لاء شیعہ کی فقہ جعفری کے مطابق، تو یوں ان کو اپنی فقہ پر عمل کرنے کا موقعہ دے دیا جائے اور جبر سے کام نہ لیا جائے جیسا کہ ایران میں ہو رہا ہے کہ تہران جیسے شہر میں سُنّی آبادی ہونے کے باوجود سُنّیوں کو اپنی مسجد تک بنانے کی اجازت نہیں ہے۔ تو ایک اہم مقصد کے پیش نظر سُنّی زیادہ سے زیادہ بس یہی کچھ کر سکتے ہیں اور اس کے علاوہ اور تو کوئی صورت قابلِ عمل ہے ہی نہیں۔

جواب سوال نمبر ۱۲: مخصوص نظریات کے حامل جس فرقہ کا یہاں سوال میں ذکر کیا گیا ہے اس سے پہلے یہ دریافت کیا جائے کہ تم لوگ اجماع و قیاس اور تقلید کے قائل مقلدین ائمہ کے بارے میں کیا کہتے ہو کہ وہ تمہارے نزدیک صحیح مسلمان بھی ہیں یا کہ مشرک و گمراہ اور بدعتی وغیرہ۔ (معاذ اللہ) اور اگر مقلدین کو صحیح مسلمان ماننے پر بھی تیار نہ ہوں تو پھر حضرت علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش، حضرت غوث اعظم، حضرت خواجہ اجمیری، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور دیگر ہزاروں حنفیوں، شافعیوں، مالکیوں، حنبلیوں، محدثین، مفسرین، صوفیاء، اولیاء، علماء، عرفاء و فقہاء کو گمراہ کہلوا کر کون ہے جو اپنے ان مقدس اکابر رحمہم اللہ کو گمراہ قرار دینے والوں کے ساتھ اتحاد کرے گا یا اس کے لیے تیار ہوگا۔ اس لیے ان سے کہو کہ ذرا تم بھی اپنی اینٹ بالکل اپنی جگہ پر ہی نہ رکھو ذرا اس کو سرکا کر بات کرو تو شاید اس پر کسی مصلحت وقتی کے تحت غور کرنا ہی ممکن ہو سکے۔

اس سوال نمبر ۱۲ کے ضمن میں لکھے گئے یہ الفاظ کہ "اس فرقہ کا دعویٰ یہ ہے کہ اگر فقط قرآن و حدیث یا کتاب و سنت سے رہنمائی حاصل کی جائے اور مجتہد امام کے اقوال کو درمیان میں نہ لایا جائے تو اُمتِ مسلمہ میں اتحاد پیدا ہو سکتا ہے"

راقم الحروف: اور اگر کوئی مخصوص نظریات کا حامل فرقہ یہ کہہ دے کہ "اگر حدیث و سنت کو درمیان میں نہ لایا جائے اور صرف قرآن ہی سے رہنمائی حاصل کی جائے تو پھر اُمتِ مسلمہ کے اندر صحیح معنوں میں بلا تفریق احدے دکسے اتحاد پیدا ہو سکتا ہے" تو پھر اس کو کیا جواب دو گے تو جو جواب اس کو دینا ہے وہی یہاں ان لوگوں کو دیدیجئے۔

مجتہد امام کے اقوال کی ضرورت

شریعت میں قیاس کا معنیٰ ہے کسی فرعی مسئلہ کو اصل مسئلہ سے علت اور حکم میں ملا دینا یعنی ایک مسئلہ ایسا درپیش آگیا کہ جس کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں ملتا تو اس کی مثل کوئی وہ مسئلہ لیا جو کہ قرآن یا حدیث میں ہے اس کے حکم کی علت معلوم کر کے یہ کہا کہ چونکہ وہ علت تو یہاں بھی ہے۔ لہٰذا اس کا یہ حکم ہے جیسے کہ کسی نے پوچھا کہ عورت کے اِغلام یعنی دُبر میں وطی کرنا کیسا ہے، ہم نے جواب دیا کہ حالتِ حیض میں عورت سے جماع حرام ہے۔ کیوں پلید؟

کی وجہ سے۔ اور اس میں بھی پلیدی ہے لہٰذا یہ بھی حرام ہے کسی نے پوچھا کہ جس عورت سے کسی کے باپ نے زنا کیا وہ اس کے لیے حلال ہے یا کہ نہیں ہم نے کہا کہ جس عورت سے کسی کا باپ نکاح کرے وہ بیٹے پر حرام ہے۔ وطی یا جزئیت کی وجہ سے، لہٰذا یہ عورت بھی حرام ہے۔ اس کو قیاس کہتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ قیاس کرنے والا مجتہد ہو ہر کس و ناکس کا قیاس معتبر نہیں۔ قیاس اصل میں حکم شریعت کو ظاہر کرنے والا ہے۔ خود مستقل حکم نہیں یعنی قرآن و حدیث کا ہی حکم ہوتا ہے مگر قیاس اُس کو یہاں ظاہر کرتا ہے۔ قیاس کا ثبوت قرآن و حدیث و افعال صحابہ سے ہے۔

یہاں پر صرف ایک آدھ دلیل ہی لکھی جاتی ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الامارت باب ما علی الولاۃ میں اور ترمذی جلد اوّل شروع ابواب الاحکام میں اور دارمی شریف میں ہے کہ جب حضرت معاذ ابن جبل کو حضور علیہ السلام نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا کہ کس چیز سے فیصلہ کرو گے۔ عرض کیا کتاب اللہ سے، فرمایا کہ اگر اس سے نہ پاؤ تو عرض کیا کہ اُس کے رسول کی سنت سے فرمایا کہ اگر اُس میں بھی نہ پاؤ تو عرض کیا کہ "اجتہد برائی ولا آلو قال فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صدرہ الخ یعنی اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ راوی نے فرمایا کہ پس حضور علیہ السلام نے اُن کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے کہ رسول اللہ کے قاصد کو اس کی توفیق دی کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہیں۔

اب اس سے قیاس کا پر زور ثبوت ہوا اور چونکہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں اجماع نہیں ہو سکتا اس لیے اجماع کا ذکر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نہ کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام نے بہت سے احکام اپنے قیاس سے دیئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُس عورت کو قیاس فرما کر مہر مثل دلوایا جو کہ بغیر مہر نکاح میں آئی اور شوہر

مرگیا (دیکھئے نسائی شریف جلد دوم ص۸۰)

اجتہاد کا دائرہ کار

عبادات اور معاملات کے بارہ میں قرآن کریم کی ہدایات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث رہنما اصول ہیں لیکن قرآن کریم کے بعض الفاظ متعدد معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض جگہ یہی حال احادیث شریفہ کا ہے ایک ہی معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد معمولات اور اقوال موجود ہیں۔ پھر تمام احادیث بھی صحت اور قوت کے اعتبار سے ایک درجہ کی نہیں ہیں، اس لیے اُمت کو احکام کی ترتیب اور تدوین کے لیے ایک ایسے مجتہد کی ضرورت ہوئی جو قرائن اور دلائل سے قرآن کریم کے متعدد معانی میں سے کسی ایک کا تعین کر سکے مطلق اور مقید آیات میں یہ فیصلہ کر سکے کہ مطلق اور مقید کو اپنے حال پر رکھا جائے گا یا مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جائے گا۔ آیات کے اسباب نزول اور ان کی تقدیم و تاخیر پر نظر ہو اور اس کی روشنی میں ناسخ اور منسوخ کو متعین کر سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد معمولات اور اقوال میں سے قرائن اور دلائل سے کسی ایک قول اور عمل کا تعین کر سکے اور اس سلسلہ میں سند کے اعتبار سے حدیث کی قوت اور ضعف کو جان کر فیصلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو، ایسے ہی شخص کو فقہاء کی اصطلاح میں مجتہد مطلق کہا جاتا ہے۔

جدید قسم کے پیش آمدہ مسائل کا حل سوائے اجتہاد کے اور کیا ہو گا۔

ہم منکرینِ قیاس سے دریافت کرتے ہیں کہ جن چیزوں کی تصریح حدیث و قرآن میں نہ ملے یا کہ بظاہر حدیث میں تعارض واقع ہو تو وہاں کیا کرو گے۔ مثلاً ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔ یا مثلاً لاؤڈ سپیکر پر نماز، ریل گاڑی میں نماز، رویت ہلال کا ریڈیو پر اعلان، اعضاء کی پیوندکاری، انگریزی دواؤں سے علاج، مُردے کا پوسٹ مارٹم، قطبین

میں نماز اور روزے کا مسئلہ۔ نئے اوزان کی اوزانِ شرعیہ سے تطبیق، غیر سودی بنکاری۔ چور کے کٹے ہوئے ہاتھ سے انتفاع بیمہ کا جواز یا عدم جواز پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ، انعامی بانڈ لینے کا جواز یا عدم جواز، ایک شخص شہر میں عید کر کے آیا اور دوسرے شہر میں رمضان پایا تو روزہ رکھے یا نہیں، کسی شخص نے تیس سال پہلے ایک ہزار روپیہ قرض لیا۔ اب تیس سال بعد وہ قرض خواہ کو ایک ہزار ہی ادا کرے گا جبکہ اس کی مالیت اب سو روپیہ رہ گئی ہے، یا سونے کے حساب سے زیادہ رقم دے گا۔ نوٹوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے سونا معیار ہو گا یا چاندی، اس قسم کے سینکڑوں مسائل تو صرف اس بیسویں صدی میں ایجادات زمانہ کی تیز رفتار ترقی اور بدلتے ہوئے حالات نے پیدا کر دیئے ہیں۔ اب جن لوگوں کا خیال یہ ہے کہ مسائل دینیہ میں رہنمائی صرف قرآن و حدیث ہی سے حاصل کی جائے اور بس، وہ بتائیں کہ ان پیش آمدہ مذکورہ مسائل کو قرآن کی کونسی آیت یا آیتوں سے جو ان مسائل کو حل کرنے میں بالکل صاف اور صریح ہوں یا کونسی حدیث یا احادیث سے حل کریں گے جو کہ بصراحت ان مسائل کا پیش کرتی ہوں اور اجتہاد کی ضرورت پیش نہ آئے اور جب حقیقت یہی ہے کہ سوائے اجتہاد کے ان مسائل جدیدہ کا حل صریح آیات و احادیث سے پیش نہیں کیا جا سکتا اور پھر یہ تو صرف اس موجودہ صدی کے مسائل ہیں اس سے پیشتر ایسے ہی سینکڑوں ہزاروں نئے مسائل پیدا ہوئے جن کا حل سوائے اجتہاد کے صریح آیات و احادیث سے پیش نہیں کیا جا سکتا تھا تو پھر بتایئے کہ یہ کہنا کیسے صحیح ہوا کہ "اگر مجتہد امام کے اقوال کو درمیان میں نہ لایا جائے تو اُمت مسلمہ میں اتحاد پیدا ہو سکتا ہے؟"

تو مذکورۃ الصدر بیان و تبصرے سے یہ بالکل واضح ٹھہرا ہے کہ اس دعویٰ کا واقعہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں ہے اور یہ نرا دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور بس۔

سوال نمبر ۱۲ کے بعض الفاظ: "اجماع صحابہ کرام، ارشاداتِ ائمہ مجتہدین، اقوالِ اولیاء و صوفیاء کرام کی کیا حیثیت ہے؟"

جواب: اجماع و قیاسِ مجتہد تو حُجّتِ شرعیہ ہیں۔ قیاسِ مجتہد پر تو کسی قدر کلام پہلے ہو چکا ہے اب اجماع پر کچھ کلام کرتے ہیں اور اجماع کے زمرے میں اجماعِ صحابہ کرام نمبر اوّل پر آتا ہے اور اجماع کی حُجّیت کے متعدد دلائل ہیں جن میں سے ایک قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ ہے: وَمَن یُّشَاقِقِ الرسول من بعد ما تبین لہُ الھُدیٰ ویتّبع غیر سبیل المُؤمنین نُوَلِّہٖ ما تَوَلّیٰ و نُصلِہٖ جہنّم وساءت مصیرا[1] اور جو شخص رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر ظاہر ہو چکا ہو اور مسلمانوں کے (دینی) راستہ کے خلاف چلے گا تو ہم اس کو (دُنیا میں) جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور (آخرت میں) اس کو جہنّم میں داخل کریں گے اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔"

معلوم ہوا کہ اُمّت کے متفقہ فیصلہ (اجماع) کی مخالفت گناہِ عظیم ہے اور قرآن کریم نے بتایا کہ آخرت میں جو سزا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والوں کو ملے گی، وہی سزا ان لوگوں کو دی جائے گی جو مومنین کا متفقہ راستہ چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں گے۔[2]

(۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آئے جس کے متعلق کوئی صریح حکم یا ممانعت (قرآن و سنّت میں) موجود نہ ہو تو میرے لیے آپ کا کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا: شاوروا فیہ الفقہاء والعابدین

---

[1] نساء آیت ۱۱۵۔

[2] الاحکام فی اُصول الاَحکام ص ۱۰۳ تا ۱۰۷ ج ۱۔

ولا تُمضُوا فیہ رأیَ خاصۃٍ[1] یعنی اس معاملہ میں تم فقہاء اور عابدین سے مشورہ کرو اور کسی شخصی رائے کو نافذ نہ کرو۔"

معلوم ہوا کہ کسی زمانے کے فقہاء و عابدین متفقہ طور پر جس چیز کا حکم دیں یا ممانعت کریں اس کی مخالفت جائز نہیں، کیونکہ ان کا متفقہ فیصلہ غلط نہیں ہو سکتا۔

حُجّیتِ اِجماع پر چند آثارِ صحابہ

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مشہور قاضی شریح کو عدالتی فیصلوں کے لیے جو بنیادی اصول لکھ کر بھیجے ان میں تیسرا اصول یہ تھا کہ جس مسئلہ کا حکم قرآن و سنّت میں (صریح طور پر) نہ ملے اس میں اُمّت کے اجماعی فیصلہ پر عمل کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ سرکاری فرمان امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے: کتب عُمَرُ الیٰ شُرَیحٍ اَنِ اقضِ بما فی کتابِ اللہ فان اتاکَ امرٌ، الخ یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (قاضی) شُریح کو لکھ کر بھیجا کہ تم فیصلے قرآن حکیم کے مطابق کرو اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مقدمہ آئے جس کا (صریح) حکم قرآن شریف میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر کوئی ایسا مقدمہ آئے جس کا حکم (صریح طور پر) نہ قرآن حکیم میں ہو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت میں تو تم اس کے لیے وہ فیصلہ تلاش کرو جس پر سب لوگ متفق ہو چکے ہوں اور اگر کوئی ایسا مقدمہ آ جائے جس کے متعلق کسی کا فیصلہ موجود نہ ہو (نہ قرآن میں نہ سنّت میں، نہ اجماع میں) تو اب دو صورتوں میں سے جس کو چاہو اختیار

---

[1] الطبرانی فی الاوسط ورجالہٗ مُوَثَّقُون مِن اھل الصحیح کذا فی مجمع الزّوائد بابٌ فی الاجماع ص ۱۷۸ ج اول۔

کر لو یعنی چاہو تو آگے بڑھ جاؤ (یعنی اپنے اجتہاد سے فیصلہ کر دو) اور چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ (یعنی اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرنے کی بجائے اہلِ علم سے پوچھ کر عمل کر دو) اور میں تمہارے لیے ایسے موقع پر پیچھے ہٹ جانا ہی بہتر سمجھتا ہوں [1]

(۲) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ: اتّقوا اللہ وعلیکم الجماعۃ الخ اللہ سے ڈرو اور "الجماعت" کے ساتھ رہو کیونکہ اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو کبھی کسی گمراہی پر متفق نہیں کرے گا۔[2]

اِجماع کا فائدہ اور سَنَدِ اجماع

یہاں ایک یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اجماع کے حجّت ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اجماع کرنے والوں کو شرعی احکام میں نعوذ باللہ خدائی کے اختیارات مل گئے ہیں کہ وہ قرآن وسنّت سے آزاد ہو کر جس چیز کو چاہیں حرام اور جس کو چاہیں حلال کر دیں۔ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ فقہ کا کوئی مسئلہ قرآن یا سنّت کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا۔ اجماع کا بھی ہر فیصلہ قرآن وسنّت کا محتاج ہے چنانچہ فقہ کے جس مسئلہ پر بھی اجماع منعقد ہوتا ہے، وہ یا تو قرآن حکیم کی کسی آیت سے ماخوذ ہوتا ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنّت سے، یا ایسے قیاس سے جس کی اصل قرآن یا سنّت میں موجود ہو۔ غرض ہر اجماعی فیصلہ کسی نہ کسی دلیلِ شرعی پر مبنی ہوتا ہے جس کو "سَنَدِ اجماع" کہا جاتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ ہر اجماعی قرآن یا سنّت یا قیاس پر مبنی ہوتا ہے تو اجماع سے کیا فائدہ ہوا۔ اور اسے فقہ کے دلائل میں کیوں شمار کیا جاتا ہے تو اس کا جواب

---

[1] دیکھئے خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف "کتاب الفقیہ والمتفقہ" ص ۱۶۶ جزو خامس [2] کتاب الفقیہ والمتفقہ ص ۱۶۷ جزو خامس۔

یہ ہے کہ اجماع کے ۲ دو فائدے ہیں، ایک یہ کہ قرآن یا سنّت یا قیاس سے ثابت ہونے والا حکم اگر "ظنّی" ہو تو اجماع اُسے "قطعی" (ایسا یقینی جس میں ادنیٰ تردّد کی گنجائش نہ رہے) بنا دیتا ہے جس کے بعد کسی فقیہ مجتہد کو بھی اس سے اختلاف کا جواز باقی نہیں رہتا اور اگر وہ حکم پہلے ہی قطعی تھا تو اجماع اس کی قطعیّت میں مزید قوت اور تاکید پیدا کر دیتا ہے، اور دوسرا فائدہ اجماع کا یہ ہے کہ وہ جس دلیلِ شرعی پر مبنی ہو وہ بعد کے لوگوں کو اس دلیل کے پرکھنے اور اس میں غور و فکر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ان کو اس مسئلہ پر اعتماد کرنے کے لیے بس اتنی دلیل کافی ہوتی ہے کہ فلاں زمانہ کے تمام مجتہدین کا اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ انہوں نے کسی دلیلِ شرعی کی بنیاد پر یہ اجماعی فیصلہ کیا تھا، یہ جاننے کی ضرورت بعد کے لوگوں کو نہیں رہتی، اب رہا اقوالِ اولیاء وصوفیاء کرام کا معاملہ۔ سو اگر وہ کسی بات پر مجتمع و متفق ہوں تو وہ شرائط مبینہ فی اصول الفقہ کے ساتھ حجّت ہوں گے لیکن انفرادی طور پر کسی کا قول حجّت نہیں ہو سکتا تو اگر وہ قرآن وحدیث سے متصادم نہ ہو تو قبول کر لیا جائے گا اور اس سے قرآن وحدیث کو سمجھنے میں مدد لی جائے گی، لیکن اگر بالفرض وہ کتاب وسنّت کے مخالف ہو تو پھر ایسی صورت میں وہ قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔

جوابِ سوال نمبر ۱۳ : حضرت شاہ عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مجمع البحرین" کی اصل عبارت سوال میں پیش کرنی چاہیے تھی۔

بہرحال اصل سوال کا جواب یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں وہ تمام فرقے نہیں پائے جاتے جن کے نام کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں اور اس وقت جو فرقے زیادہ تر موجود ہیں وہ ہیں۔

(۱) اہلِ سنّت وجماعت۔

(۲) شیعہ اور (۳) خارجی وہابی، تو اہل السنّت والجماعت کے لقب کا

اطلاق ان لوگوں پر کیا جائے گا جو کہ شیعہ اور خارجیوں کے کسی بھی گروہ اور ان کے کسی ذیلی فرقہ میں داخل نہ ہوں اور کسی بھی ایسے عقیدہ و مسئلہ میں ان لوگوں کے ساتھ شامل نہ ہوں جو ان کا مخصوص مسلک ہو اور بلاشبہ جتنے بھی حق پرست یعنی حق کو ماننے والے ہیں اب خواہ وہ حنفی ہوں یا کہ شافعی، مالکی مذہب رکھتے ہوں یا کہ حنبلی غرضیکہ مذاہب اربعہ میں سے کسی بھی امام کے مقلد اور پیرو ہوں بلا تفریق و استثناء سب پر یکساں طور پر "اہل السنت والجماعت" کا اطلاق کیا جائے گا۔

جواب سوال نمبر ۱۴: اس سوال کا جامع اور مختصر جواب تو یہ ہے کہ جو فرقے جائز ہیں جن کی تفصیل پہلے تحریر میں آ چکی ہے ان کے ساتھ تو میل جول، شادی و غمی میں شرکت، روابط و تعلقات استوار کئے جا سکتے ہیں بلکہ مسلمانوں کو مل جل کر ہی رہنا چاہیے اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونا چاہیے کیونکہ ہمارا دین ہمیں یہی سکھلاتا ہے۔ لیکن جو لوگ گمراہ ہیں اور جو گروہ فرقِ ضالہ کے زمرے میں آتے ہیں ان کے ساتھ میل جول کی از روئے شرع ممانعت فرمائی گئی ہے اور اس ضمن میں اوپر اس تحریر میں کچھ ارشادات نبویہ و احادیث مبارکہ پیش کی جا چکی ہیں دوبارہ پڑھ لیں اور ان پر غور کر لیں۔ اور پتے کی بات تو یہ ہے کہ بنی نوع انسان کے افراد میں وحدت کے ساتھ کثرت اور اختلافات کے پہلوؤں کا پایا جانا ایک ناگزیر قدرتی واقعہ ہے، لیکن اختلاف کے ان پہلوؤں کا فتنہ و فساد کے بھڑکانے میں استعمال کرنا مذموم ہے اور گلہائے رنگ رنگ کو زینتِ چمن قرار دے کر ان سے منافع حاصل کرنا بلاشبہ محمود اور قابلِ تعریف و لائقِ تحسین ہے۔

واضح رہے کہ یہاں رواداری کے موضوع پر لکھنے سے قبل ایک بار پھر مختلف فرقوں کے بارے میں لکھنے کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ تو لیجئے یہ بھی پڑھ لیجئے۔

اہل سنّت و جماعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت احادیث طیبہ میں آنے والی نسلوں کے سنّتِ رسول اور جماعتِ صحابہ کے ساتھ وابستہ رہنے کو معیارِ حق اور حاصل اسلام قرار دیا ہے چنانچہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے وصال کے بعد تم لوگ اختلافِ کثیر دیکھو گے اس موقع پر تم میری سنّت اور خلفائے راشدین کی سنّت پر عمل کو لازم کر لینا اس طریقہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لینا۔

امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ اور امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ اپنی اپنی اسانید سے بیان کرتے ہیں: عن انس بن مالک ..... من رغب عن سُنّتی فلیس منّی۔ (یعنی) "جو شخص میری سنّت سے اعراض کرے وہ میری اُمّت میں سے نہیں ہے۔"

اور بالخصوص صحابہ کرام کے طریقہ کی اتباع یعنی عنوانِ جماعت پر یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں: محدّث زرین بن معاویہ متوفی ۵۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں: "عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدُ اللہِ علی الجماعۃِ (یعنی) حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔"

اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ بیان فرماتے ہیں: عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ..... علیکم بالجماعۃ والعامۃ (یعنی) حضرت معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جماعت کے ساتھ وابستگی لازم رکھو۔"

سُنّت کی تشریح

مسلک اہل سنّت و جماعت کی توضیح اور تشریح کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سنّت کے مفہوم کی وضاحت کر دی جائے۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ سنّت کی تعریف

کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "والمراد بالسنّة الطریقة المسلوکة فی الدین وشرائع الاسلام ولو کانت فرضا او واجبا[1]۔ یعنی سنّت سے مراد وہ راستہ ہے جو دین میں مقرر کر دیا گیا جس کو شریعت اسلام سے تعبیر کیا جاتا ہے عام ازیں کہ وہ فرائض ہوں یا واجبات"۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے عمل کے لیے جس راہ کو متعین کر دیا ہے اس راہ کو سنّت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس تعریف میں تعیّنِ عمل کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ اس قید سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اعمال خارج ہو گئے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کے احکام یا اعمال سے منسوخ کر دیا مثلاً نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین، آمین بالجہر۔ یا صبح کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھنا، وغیرہ۔ اس کے علاوہ ہمارے عمل کے لیے اس لیے کہا ہے کہ اس تعریف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اعمال خارج ہو جائیں جو حضور کی خصوصیات ہیں اور ہمارے لیے جائز نہیں مثلاً تہجد کی فرضیت، صوم وصال، بیک وقت نو ازواج مطہرات کا نکاح میں رکھنا وغیرہ۔ سنّت کی وضاحت کے بعد یہ بھی جان لینا چاہیے کہ حدیث کا مفہوم سنّت سے عام ہے حدیث کا اطلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول وفعل اور حال پر کیا جاتا ہے مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی اور مستقبل کی جو خبریں دی ہیں وہ بھی حدیث ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءِ اسلام میں شراب پینے کو مباح رکھا وہ بھی حدیث اور بعد میں منع فرما دیا وہ بھی حدیث ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خصوصیات ہیں وہ بھی سب احادیث ہیں۔ اس تشریح سے واضح ہو گیا کہ ایک مسلمان عاملِ سنّت تو ہو سکتا ہے کیونکہ سنّت کا مفہوم ہی یہی ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے لیکن ایک مسلمان کبھی بھی عامل بالحدیث المطلق نہیں

---

[1] لمعات ج ۱ ص ۲۳۳۔

ہو سکتا کیونکہ احادیث میں پچھلی اُمتوں کے اعمال بھی بیان کئے گئے ہیں جن میں سے بعض پر عمل کرنا جائز نہیں ہے احادیث میں وہ اعمال بھی بیان کئے گئے ہیں جن کو بعد میں منسوخ کر دیا مثلاً حدیث میں نماز کے اندر گفتگو کرنے کا بھی ذکر ہے اور سکوت کا بھی، اور ظاہر ہے کہ دونوں حدیثوں پر عمل نہیں ہو سکتا اسی طرح احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیّت کا بھی ذکر ہے اور ان پر ہمارے لیے عمل کرنا مشروع نہیں ہے۔ اس تفصیل سے آفتاب نیم روز سے زیادہ واضح ہو گیا کہ تمام احادیث پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ البتہ تمام سُنَن پر عمل کرنا ممکن ہے۔ اس لیے ایک مسلمان اہل سنّت تو ہو سکتا ہے اہلحدیث نہیں ہو سکتا۔ یہی سبب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں حدیث پر عمل کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ احادیث کو دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا ہے مثلاً فرمایا: "فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغائب۔[1] یعنی مجھ سے حدیث سننے والا بعد والوں کو میری احادیث پہنچا دے"۔ اس کے برخلاف سنّت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے مثلاً فرمایا:

① علیکم بسُنّتی[2] یعنی میری سنّت پر عمل کو لازم رکھو۔

② من رغب عن سُنّتی فلیس مِنّی[3] یعنی جس نے میری سُنّت سے مُنہ موڑا وہ میری اُمّت میں سے نہیں ہے"۔

③ من احییٰ سُنّة من سُنّتی قد اُمِیتَتْ بعدی فانّ لہٗ من الاجر مثل اُجور من عمل بہا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئً"[4] یعنی جس شخص نے میری کسی ایسی سنّت پر عمل کر کے اس کو زندہ کیا ہو جس کو لوگ ترک کر چکے ہوں تو اس سنّت پر عمل کرنے والے کو بعد کے تمام لوگوں کا اجر ملیگا اور ان کے اجر میں بھی

---

[1] بخاری
[2] ترمذی
[3] بخاری
[4] الحدیث، ترمذی۔

کمی نہیں ہو گی۔"

بہر حال روایت اور درایت ہر دو طریق سے واضح ہو گیا کہ ایک مسلمان اہل سُنّت ہو سکتا ہے لیکن باعتبار عمل اہلحدیث نہیں ہو سکتا۔

غلط فہمی کا ازالہ بعض کتب حدیث یا شروح کتب حدیث یا موضوع حدیث سے متعلق کسی کتاب میں المحدیث کا لفظ مستعمل ہوتا ہے اس لفظ سے یہ غلط فہمی نہ پیدا ہو کہ اہل حدیث کسی مسلک کا عنوان ہے یا اس کے حاملین کا نام ہے بلکہ اس جگہ اہل حدیث سے حضرات محدّثین مراد ہیں یعنی وہ لوگ جو مشتغل بالحدیث ہوتے ہیں اس قسم کی کسی کتاب میں لفظ المحدیث سے عامل بالحدیث مراد نہیں ہوتا بلکہ لفظ اہل حدیث سے مشتغل بالحدیث ہی مراد ہوتا ہے۔

مسلکِ اہلِ سُنّت وجماعت کی خصوصیات

متکلمین نے بیان کیا ہے کہ عقائد کی دو قسمیں ہیں:

① عقائدِ قطعیّہ اور ② عقائدِ ظنیّہ۔

اس اعتبار سے حضرات اہل سنّت وجماعت کی اصول و فروع میں جو خصوصیات ہیں ان کا یہاں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے:

① عقائدِ قطعیّہ اللہ عزّ وجلّ کی ذات کو وجوبِ وجود، استحقاقِ عبادت اور استقلال بالصفات میں واحد بلا شریک ماننا، اللہ تعالیٰ کی صفات کے لیے حُسن وکمال کو واجب اور نقص اور عیب مثلاً کذب (جھوٹ) اور جہل کو محال ماننا یہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور وہ کسی فعل پر جوابدہ نہیں، اس کا نیکو کاروں کو ثواب عطا فرمانا محض اس کا فضل ہے، اور عذاب دینا اس کا عدل ہے، تمام فرشتوں تمام کتابوں، انبیاء اور رسل پر ایمان لانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری

نبی ماننا، قیامت، حشر ونشر اور جزا وسزا پر ایمان رکھنا، مرتکبِ کبیرہ گناہ کو مسلمان اور قابلِ عفو سمجھنا، انبیاء اور ملائکہ معصوم ہیں ان کے سوا کسی کی عصمت ثابت نہیں وغیرہا۔

② عقائد ظنیہ انبیاء کی ملائکہ پر فضیلت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امّت کے تمام اعمال پر گواہ ہونا (جس کو حاضر و ناظر سے تعبیر کیا جاتا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء سے افضل ہونا حضور پر نُور کا اطلاق کرنا، حضور کا سایہ نہ ہونا، حضور کو شرعی اور تکوینی امور کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مفوّض کیا جانا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان و مایکون کا عالم جاننا، حوائج اور مشکلات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد اور یا رسول اللہ کہنے کو جائز سمجھنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا اور آخرت میں شفاعت کو جائز سمجھنا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ پر افضلیت اور خلفاء راشدین کی خلافت علی الترتیب کو حق اور فضیلت کا معیار سمجھنا، خلیفہ کے تقرر کو حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق جائز سمجھنا، موزوں پر مسح کرنا، تمام صحابہ، ازواج مطہرات، آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سادات کرام اور اولیاء اللہ کا تعظیم سے ذکر کرنا، اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کرنا، ان کے توسّل سے دُعا مانگنا۔ ایصالِ ثواب کی مختلف صورتیں مثلاً سوئم، چہلم، عرس وغیرہ بطور استحباب کرنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بعنوان میلاد شریف بطور استحسان کرنا، پانچ وقتہ نمازوں اور جمعہ کے بعد استحباباً صلوٰۃ وسلام پڑھنا، وغیرہا من الاعمالِ الفرعیّۃِ۔

ائمہ اربعہ کا اختلاف امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ یہ تمام ائمہ کرام مسلک اہل سنّت وجماعت کے حامل تھے۔ سوادِ اعظم کی اکثریت انہی کے ساتھ تھی مذکورۃ الصدر اصول اور فروع میں یہ تمام

ائمہ متفق تھے۔ بعض فقہی جزئیات میں ان ائمہ کا اختلاف تھا یہ اختلاف بالکل نیک نیتی کے ساتھ تھا یہ وہی اختلاف ہے جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اِختلافُ اُمّتی رحمة۔" یعنی میری اُمّت کا اختلاف رحمت ہے۔" اس اختلاف کا ایک عام سبب یہ تھا کہ ہر امام کا ایک الگ اصول تھا مثلاً ایک مسئلہ میں اگر متعدد، مختلف اور متعارض احادیث وارد ہوں تو اس صورت میں امام شافعی قوّتِ سند کے اعتبار سے فیصلہ کرتے ہیں۔ امام مالک اس حدیث پر عمل کرتے ہیں جس پر اہلِ مدینہ کا تعامل ہو۔ امام احمد بن حنبل ایسی صورت میں متقدمین کی اکثریت کا لحاظ کرتے ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ ایسی صورت میں تمام متعارض احادیث کو سامنے رکھ کر منشاءِ رسالت تلاش کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہو ایسی صورت اختیار کرتے ہیں جس میں تمام متعارض احادیث جمع ہو جائیں اور ہر حدیث کا الگ الگ محل متعین ہو جائے۔

اسلام کے متعدد مشہور فرقے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے اوائل میں تمام ملتِ اسلامیہ ایک مرکز اور ایک مسلک پر جمع تھی اور یہ تمام حضرات مسلک اہل سنّت و جماعت کے حاملین تھے پھر بعد میں لوگ نئے عقائد کو وضع کر کے اہلسنّت سے علیحدہ ہوتے رہے۔

خوارج: جنگِ صفین کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو آدمیوں کو حکم (ثالث) مقرر کرنے پر رضامندی سے ایک گروہ بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ خدا کے بجائے انسانوں کو فیصلہ کرنے والا مان کر آپ کافر ہو گئے (العیاذ باللہ) اس کے بعد ان لوگوں کے مزاج میں بتدریج شدّت آتی گئی یہ لوگ خوارج کہلائے ان کے خاص خاص نظریات یہ ہیں:

(۱) ان لوگوں کے نزدیک حضرت عثمان اخیر عہد میں عدل و انصاف سے منحرف ہو گئے، حضرت علی مرتکب کبیرہ ہو کر کافر قرار پائے۔ جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں شامل ہونے والے لوگوں کو یہ گناہِ عظیم کا مرتکب جانتے تھے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

(۲) یہ لوگ قانونِ اسلامی کی اساس صرف قرآنِ کریم کو جانتے تھے اور حدیث کو حُجّت نہیں مانتے تھے۔

(۳) ان کے نزدیک جو مسلمان گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو اور بلا توبہ مر جائے وہ کفر پر مرا۔

(۴) خوارج اپنے سوا دوسرے تمام مسلمانوں کو کافر گردانتے تھے ان کے قتل کو جائز اور ان کا مال لوٹنا مباح سمجھتے تھے۔"

شیعہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامی ابتداءً "شیعانِ علی" کہلاتے تھے لیکن یہ لوگ بتدریج اہل سنّت و جماعت کے عقائد سے نکل کر ایک الگ فرقہ کی شکل اختیار کرتے گئے ان کے مخصوص عقائد درج ذیل ہیں:

(۱) امام (خلیفہ) کا مقرر کرنا اُمّت کے انتخاب کی طرف مفوّض نہیں ہے بلکہ رسول کا فرض ہے کہ وہ امام کو مقرر کر کے جائے،

(۲) ان کے نزدیک امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ ہر امام پر لازم ہے کہ وہ اپنے بعد اپنا جانشین مقرر کرے۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ امام معصوم اور منصوص جانتے ہیں اور خلفاءِ ثلاثہ کی خلافت کو باطل اور ان کو غاصب قرار دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

(۴) چند صحابہ کے سوا باقی تمام صحابہ کو کافر، مرتد اور منافق خیال کرتے ہیں اور ان کو سبّ و شتم کرنا عبادت گردانتے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)

(۵) شیعہ حضرات کے بہت سے فرقے ہیں ان میں سے بعض قرآنِ کریم میں تحریف کے معتقد ہیں۔ شیعہ حضرات سوادِ اعظم اہل سنّت کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز کو جائز نہیں سمجھتے، اور شیعہ تفضیلیہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ کو خلفاء ثلاثہ سے افضل سمجھتے ہیں۔

فرقہ ظاہریہ: (غیر مقلدین) اس فرقہ کے بانی ابو سلیمان داؤد بن علی بن خلف الاصفہانی المعروف بالظاہری تھے۔ داؤد ظاہری ابتداءً امام شافعی کے حامی تھے بعد میں انہوں نے اپنا ایک مذہب ایجاد کیا جس کی بنیاد یہ ہے کہ وہ ظاہر کتاب وسنت پر عمل کرتے ہیں اگر نص نہ ملے تو اجماع پر عمل کر لیتے ہیں، اور قیاس کے مطلقاً قائل نہیں ہیں۔ داؤد ظاہری بعض فقہی مسائل میں جمہور سے منفرد ہیں مثلاً:

(۱) طلاق صرف ان لفظوں سے واقع ہوتی ہے "طلاق اور فراق"

(۲) تین طلاقیں اکٹھی بیک وقت دی جائیں تو وہ ایک ہی طلاق شمار ہوگی۔

(۳) اگر کوئی شخص بیوی کی عدم موجودگی میں اسے طلاق دے تو واقع نہیں ہوگی۔

داؤد ظاہری کے پیروکاروں میں آہستہ آہستہ شدت آتی گئی حتیٰ کہ بعد میں غیر مقلد حضرات علی الاعلان تقلید شخصی کو حرام کہنے لگے۔

وہابیہ: محمد بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ مسلیمہ کذاب کی جائے پیدائش "عینیہ" میں پیدا ہوئے ان کے مزاج میں بہت شدت تھی انہوں نے اپنے زمانے کے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ چھ سو سال قبل سے یہ اُمت کفر اور شرک میں مبتلا ہے۔ جس شخص سے بیعت لیتے اس سے اقرار کراتے کہ وہ بھی کافر ہے اور اس کے آباؤ اجداد بھی کفر پر مرے انہوں نے صحابہ کرام کے مزارات منہدم کرا دیئے اور ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی چنانچہ علامہ علی طنطاوی متوفی ۱۳۵۸ھ نے لکھا ہے: اما محمد فهو صاحب الدعوة التي عرفت بالوهابية۔ یعنی محمد بن عبد الوہاب شیخ نجدی نے جس تحریک کی طرف دعوت دی وہ عرف عام میں وہابیت

کہلائی۔ اس مذہب کی چند خصوصیات یہ ہیں:

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء اور رسل کے وسیلہ سے دُعا مانگنا کفر ہے۔

(۲) یا رسول اللہ کہنا اور انبیاء و رسل سے استمداد کرنا شرک ہے۔

(۳) جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرنا جائز ہے وہ اسلام سے خارج ہو گیا اور اس شخص کو قتل کرنا اور اس کے اموال کو لوٹنا جائز اور مباح ہے۔

اسماعیل دہلوی مصنف "تقویۃ الایمان" متوفی ۱۸۳۱ء مسلکاً غیر مقلد تھے انہوں نے ہندوستان میں شیخ نجدی کے افکار کو پھیلایا چنانچہ مرزا حیرت دہلوی نے لکھا ہے۔

"جس نے کسی کام میں فیل ہونے پر افسوس نہیں کیا اور ہمیشہ اپنا کامل بھروسہ خداوند حقیقی پر رکھا، وہ پیارا شہید تھا جس نے ہندوستان میں عبد الوہاب کی طرح شریعتِ محمدی کا ٹھنڈا خوشگوار شربت ہندوستانی مسلمانوں کو پلایا۔"[1]

چنانچہ ہندوستان کے تمام غیر مقلدین نے مسلک وہابیہ کو اپنا لیا اور اب یہ لوگ اپنے آپ کو خود وہابیہ سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ ہندوستان کے مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے اپنے مسلک کی وضاحت میں ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام انہوں نے "ترجمانِ وہابیہ" رکھا۔

دیوبند: قاسم صاحب نانوتوی دیوبندی نے ۱۲۸۳ھ میں مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھی۔ نانوتوی صاحب رشید احمد گنگوہی کے شاگرد اور اسماعیل دہلوی کے افکار سے متاثر تھے۔ اس لیے ان کا وہابی عقائد

---

[1] حیاتِ طیبہ صفحہ ۲۸۵۔

سے متاثر ہونا ناگزیر تھا اور خود مولوی رشید احمد گنگوہی بھی یہ لکھ گئے ہیں کہ: "محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں[1]"۔ ان کی چند خصوصیات یہ ہیں:-

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت اور محبت کے سبب آپ کی عظمت کے اظہار کے لیے جس قدر مستحب کام کئے جائیں نانوتوی صاحب ان سب کو بدعتِ سیئہ قرار دیتے ہیں۔

(۲) سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت بریلوی کی اقتداء میں نماز کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

(۳) فروع میں بالعموم مسلک حنفی کی پیروی کرتے ہیں لیکن بعض جزئیات میں غیر مقلدین کے ہم نوا ہیں۔ مثلاً غائب کی نمازِ جنازہ پڑھاتے ہیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کے خیالات

(۱) عقدِ مجلسِ مولود اگرچہ اُس میں کوئی امرِ غیر مشروع (ناجائز کام) نہ ہو مگر اہتمام و تداعی (لوگوں کو بلانا) اس میں بھی موجود ہے لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں وعلیٰ ہٰذا عرس کا جواب ہے۔ بہت اشیاء ہیں کہ اوّل مباح تھیں پھر کسی وقت میں منع ہو گئیں مجلسِ عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے[2]۔

(۲) انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے۔ تداعی (لوگوں کو بلانا) امرِ مندوب (مستحب اور نیک کام) کے واسطے منع ہے[3]۔

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۵۵۱ [2] ایضاً ص ۲۱۰ [3] ایضاً ص ۲۲۶۔

فتاویٰ رشیدیہ میں یہ سوال و جواب بھی درج ہیں:

سوال: محفلِ میلاد میں جس میں روایاتِ صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف و گزاف اور روایاتِ موضوعہ اور کاذبہ (جھوٹی اور جعلی) نہ ہوں اس میں شریک ہونا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے[1]۔

سوال: جس عُرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی عُرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عُرس اور مولود درست نہیں ہے[2]۔

"عُرس وغیرہ کو اچھا جاننے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے[3]"۔

"شیطان اور ملک الموت کے لیے وسیع علم ثابت ہے مگر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا علم ثابت نہیں[4]"۔

فتاویٰ رشیدیہ میں یہ سوال و جواب لکھا ہے:-

سوال: وہابی مذہب یہ کون سا فرقہ ہے مردود ہے یا مقبول، اور عقائد ان کے مذہب والوں کے مطابق اہل السُنّت والجماعت ہیں یا مخالف، کسی امام کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبعِ سُنّت اور دیندار کو کہتے ہیں[5]۔

عرس کا التزام کرے (ہمیشہ باقاعدگی سے کرے) یا نہ کرے بدعت و نادرست (ناجائز) ہے تعین تاریخ سے (تاریخ مقرر کرکے) قبروں پر

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۲۷ [2] ایضاً ص ۲۲۹ [3] ایضاً ص ۶۲ [4] براہین قاطعہ ص ۵۲ از مولوی خلیل احمد انبیٹھی [5] ایضاً ص ۲۰۵۔

اجتماع کرنا گناہ ہے خواہ لغویات ہوں یا نہ ہوں[1]"۔

محرم میں ذکرِ شہادتِ حسنین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایاتِ صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا، دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں[2]

ہندوؤں کی ہولی و دیوالی کا ہدیہ قبول کرنا درست ہے۔

سوال: ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاذ یا حاکم یا نوکر کو کھلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا تحفہ بھیجتے ہیں۔ ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاذ و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے[3]

سوال: ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ خرچ کرکے مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں ہے[4] (درست ہے)

تو یہ تھی علماء دیوبند کے عقائد اور خیالات کی ایک جھلک اور اب کچھ جماعتِ "اسلامی" کے عقائد و خیالات بھی پڑھ لیجئے۔

① نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا[5]

② اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفسِ شریر کی رہزنی کے خطرات پیش آئے ہیں چنانچہ حضرت داؤد جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایک موقع پر تنبیہ کی گئی ہے کہ، لا تتبع الھویٰ[6]

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۳۰ [2] ایضاً ص ۴۳۵ [3] ایضاً ص ۲۷۴۔
[4] ایضاً ص ۲۷۴ از مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی [5] رسائل و مسائل از مودودی صاحب ج ۱ ص ۳ طبع دوم [6] تفہیمات مصنفہ مودودی صاحب ج ص ۱۶۱ طبع ۵

③ تاہم قرآن کے اشارات اور صحیفۂ یونس علیہ السلام کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔[1]

④ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانے میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجّال آپ ہی کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا۔[2]

⑤ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پالیسی کا یہ پہلو بلا شبہ غلط تھا اور غلط کام بہر حال غلط ہے خواہ وہ کسی نے کیا ہو اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضا ہے اور نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔[3]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"اس کے بعد بتدریج وہ لوگ ان کے ہاں تقرب حاصل کرتے چلے گئے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش برپا کرنے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے حتیٰ کہ انہوں نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) مالک بن حارث الاشتر اور محمد بن ابوبکر کو گورنری کے عہدے تک دے دیئے۔ قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پورے زمانۂ خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک کام نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔[4]

---

[1] تفہیم القرآن سورۂ یونس [2] رسائل و مسائل حصہ اوّل۔
[3] خلافت و ملوکیت ص ۱۱۶ [4] ایضاً ص ۱۳۶۔

مختلف فرقوں کی آپس میں معاشرت و رواداری

یوں مذہب اور دین سے کسی کا دل بے زار ہو تو خیر دوسری بات ہے لیکن لڑائی جھگڑوں کا الزام مذہب کے سر منڈھنا کہ سارے رگڑے جھگڑے مذہب ہی سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی بے سروپا الزام کی تہمت جوڑ کر سرے سے مذہب ہی کے ختم کر دینے کا وسوسہ جن دلوں میں پیدا ہو رہا ہے ان کو بجائے بہکنے کے ٹھٹک کر ذرا واقعات پر نظر رکھتے ہوئے رائے قائم کرنی چاہیے۔

مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا ذکر کر کے کسی نئے فرقہ کی بنیاد قائم کرنے کا کچھ دنوں سے عام دستور ہو گیا ہے۔ ماتم کرنے والے پہلے امتِ مرحوم کے انتشار و تشتّت کا مرثیہ پڑھتے ہیں اور اپنی ان ہی سینہ کوبیوں، نوحہ خوانیوں کے ہنگاموں میں ماتم سراؤں کا یہ گروہ شعوری یا غیر شعوری طور پر چاہتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت سے پھاڑ کر کسی ٹولی یا ٹکڑی کو اپنے اوپر جمع کر لے۔

ذرا آئیے اور دیکھئے کہ تقریباً ایک ارب سے زیادہ تعداد والی برادری مسلمانوں میں جو اہل السنّت والجماعت کے نام سے پائی جاتی ہے ان سُنّی مسلمانوں میں، اس میں شک نہیں کہ بعض علاقوں کے مسلمان حنفی کہلاتے ہیں اور بعض کے شافعی، ان میں کچھ مالکی کے نام سے موسوم ہیں اور ان ہی میں بعضوں کو حنبلی بھی کہتے ہیں، لیکن بلاشبہ سُنّی مسلمانوں میں ان چار ناموں کے مسلمان باقی رہ گئے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ صرف نام ہی کا یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ ان چاروں طبقات کے دینی کاموں میں بھی اختلافات پائے جاتے ہیں اور کافی اختلافات، لیکن سوال یہ ہے کہ ان اختلافات کی بنیاد پر سُنّی مسلمانوں کے ایک گروہ نے اپنے دین کو کیا

دوسرے گروہ کے دین سے کبھی کسی زمانہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی جدا کیا یا جدا سمجھا ہے۔

واقعہ تو یہ ہے کہ ان بزرگوں کے باہمی تعلقات اور آپس میں احترامی حُسنِ سلوک کا تو عالم یہ تھا کہ امام شافعی، امام مالک (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے تلمیذِ رشید تھے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رکاب تھام کر بغداد کے بازاروں میں گھومتے تھے اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد امام محمد بن حسن الشیبانی سے کتنا علم حاصل کیا اور کیا کیا سیکھا۔ فتاویٰ شامی میں علامہ ابن حجر شافعی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں کیونکہ میں نے ان سے زیادہ کوئی فقیہہ نہیں دیکھا۔

"قلائد العقیان" میں لکھا ہے کہ حضرت سُفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ علماء کے سردار ہیں"۔

حضرت شفیق بلخی نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ اعلم الناس، اورع الناس، اعبدالناس اور اکرم الناس تھے۔

اور تاریخ ابن خلقان میں لکھا ہے کہ مانے ہوئے محدث یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ میرے نزدیک فقہ میں سے ابوحنیفہ کی فقہ عمدہ ہے۔

اور اہلبیت کے مشہور امام حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پر امام ابوحنیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ: تم میرے نانا کی گمشدہ سنّت کو زندہ کرو گے جیسا کہ ابوالحسن بن علی کی اسناد سے تحفہ اثنا عشریہ کے باب گیارہ کے خاتمہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے نقل کیا ہے۔ اور خود حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی حاجت و مشکل پیش آتی ہے تو امام ابوحنیفہ کی قبر پر چلا جاتا ہوں

اور وہاں پر خدا کے لیے دو رکعت نفل پڑھ کر امام صاحب کی رُوح کو ہدیہ کرکے اللہ کی جناب میں ان کے وسیلہ سے دُعا کرتا ہوں تو میری وہ حاجت پوری اور مشکل حل ہو جاتی ہے، اور پھر لکھا ہے کہ امام شافعی جو رکوع کے وقت رفع یدین (ہاتھ اُٹھانے کے قائل تھے امام صاحب کے مزار کے قریب جا کر نماز میں رفع یدین امام صاحب کے مذہب کا لحاظ کرتے ہوئے نہیں کیا کرتے تھے[1] سبحان اللہ کتنا احترام تھا اور کیسا کچھ ادب اور لحاظ۔

اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ ایک حنفی مسلمان جب امام شافعی کا ذکر کرتا ہے تو امام ہی کے لفظ سے ان کا ذکر کرتا ہے۔ امام مالک کا نام امام کے لفظ بغیر لے نہیں سکتا امام احمد بن حنبل کی داستانِ صبر و ابتلاء کو سُنکر حنفی مسلمان بھی اسی قدر آب دیدہ ہو جاتا ہے جتنا متاثر خود کوئی حنبلی مسلمان ہو سکتا ہے اور یہی کیا کون نہیں جانتا کہ تمام حنفی مسلمانوں کے نزدیک خدا رسیدہ بزرگوں میں احترام کا جو مقام ایک حنبلی[2] بزرگ کو حاصل ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ یونہی حُجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، فخر الاسلام امام رازی باوجود شافعی المذہب ہونے کے حنفیوں کے بھی، مالکیوں کے بھی، حُجۃ الاسلام اور

---

[1] اس بات سے آج کل کے غیر مقلد حضرات خصوصی طور پر سبق لیں کہ وہ وقت کا امام تو دوسرے امام کی برزخی زندگی کا اتنا احترام کرتا ہے کہ اس کی قبر پر بھی اُس کے مسلک کے خلاف کوئی بات نہیں کرتا مگر یہ حضرات اتنے دیدہ دلیر اور اُجڈ ہیں کہ بھری مسجد میں اکیلے ہی رفع یدین اور آمین بالجہر کرکے اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بعد میں اکثر اوقات جھگڑے کی صورت میں اپنی مرمت بھی کرواتے ہیں۔

[2] یعنی حضرت غوث اعظم قطب الاقطاب حضرت شیخ عبد القادر گیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کو جو کہ حنبلی مذہب رکھتے تھے۔

فخر الاسلام ہیں اور حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی ہونے کے باوجود سارے اسلامی طبقات میں مقبول ہیں، اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو پاک و ہند میں تو صرف حنفی مسلمان دین کا مجدد تسلیم کرتے ہیں لیکن پاک و ہند سے باہر نکل کر عراق میں، شام میں، عرب میں، لاکھوں کی تعداد میں شوافع، مالکیہ حنابلہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے والے آپ کو مل جائیں گے۔

سچ پوچھئے تو دینی اختلافات کا یہی رنگ مسلمانوں میں ایسا ہے جسے نہ سیاسی عوامل و مؤثرات کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ باہر سے درآمد شدہ جراثیم سے اس کا تعلق ہے بلکہ صحیح معنوں میں اندرونی اسباب ہی پر اس کی بنیاد قائم ہے۔ کچھ روایات اور زیادہ تر اسلامی کلیات کے تفصیلی نتائج اور استنباطی مسائل کے اختلاف سے یہ صورتِ حال پیدا ہوئی ہے۔ الکتاب یعنی قرآنی مطالبات۔ الصلوٰۃ، الزکوٰۃ، الصوم، والحج وغیرہ وغیرہ کی تعیلی شکلوں کو کرکے خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دکھایا تھا ان کی روایت کرنے والے بزرگوں گے علم و فہم کے اختلاف سے روایتوں میں تھوڑا بہت اختلاف پیدا ہوا، ابتداءِ اسلام میں ان روایتوں کو جن لوگوں نے منقح کرنا چاہا اور اس کے ساتھ اسلامی کلیات سے جو نتائج حسبِ ضرورت نکلتے رہے، ان میں نتیجہ نکالنے والوں کے علم و فہم کے اختلافات سے یہی اختلاف کی ناگزیر صورتیں جو پیش آئیں۔ کلیۃً اندر کی ان ہی دو باتوں پر بہر حال اس اختلاف کی بنیاد قائم ہے د اس معاملے میں، صلوٰۃ کسوف کی ایک مثال سامنے رکھ کر بات کو سمجھئے۔

نماز سُورج گرہن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات والے روز سورج گرہن ہوا اور یہ نماز پڑھی گئی۔ اب اس نماز میں روایت کرنے والے ایک

سے پانچ رکوع تک ایک ہی رکعت میں روایت کرتے ہیں۔ امام شافعی فی رکعت دو رکوعوں کے قائل ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ دوسری نمازوں کی طرح فی رکعت صرف ایک ہی رکوع کے قائل ہیں۔ اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل (رحمہم اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ اگر کسوف شمس یعنی سورج گرہن میں طول ہو مطلب یہ کہ زیادہ دیر تک رہے تو تین تین رکوع ہر رکعت میں جائز ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان روایات کے اختلاف کی آخر وجہ کیا ہے تو وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ موسم سخت گرم تھا جس کی وجہ سے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر غشی طاری ہو گئی۔ نماز لمبی تھی اور اس میں یہ بھی ہے کہ لا نسمع اِلّا صوتاً۔ یعنی نمازی صحابہ کہتے ہیں کہ ہم صرف آواز ہی سن رہے تھے اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نظر نہیں آرہے تھے۔ پھر اس نماز میں آپ نے جنت اور دوزخ کو بھی دیکھا دیکھ کر آپ تہلیل یعنی لا الٰہ الا اللہ اور تکبیر یعنی اللہ اکبر پڑھتے تھے جس کی وجہ سے ان حضرات نے متعدد رکوع سمجھ لیے اور پھر متعدد رکوعات والی روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں اب حضرت عائشہ بی بی ہیں اور ابن عباس بچے تھے تو یہ دونوں پچھلی صفوں میں ہی ہوں گے صحیح حال تو ان کو معلوم ہو گا جو پہلی صف میں تھے، غرضیکہ بعد میں آنیوالے لوگوں میں اختلاف اختلافی روایات کیوجہ سے رونما ہوا اور روایات کے اختلاف کی وجوہ بھی کئی ہیں جن میں سے ایک وہ جو ابھی عرض کی گئی۔

اور یوں تو اس راہ میں کام کرنے والوں کی کافی تعداد اسلام کی ابتدائی صدیوں میں پائی جاتی تھی لیکن گھٹتے گھٹتے، مٹتے مٹاتے چار بزرگوں کی خدمات کو مختلف اسباب و وجوہ سے غیر معمولی حسن قبول حاصل ہوا کتابوں

میں ان کی تنقیح شدہ نتائج مدون ہوئے۔ اُمت میں ان ہی کتابوں کی اشاعت ہوئی اور ان ہی کے اسماء گرامی کی طرف چاروں طریقوں میں سے ایک ایک طریقہ منسوب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتب خیال کے ماننے والے حنفی، محمد بن ادریس شافعی کے ماننے والے شافعی، امام مالک بن انس کے ماننے والے مالکی، امام احمد بن حنبل کے ماننے والے حنبلی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے نام سے موسوم ہوئے۔

تو یہ ہے خلاصہ سُنّی مسلمانوں کے اندرونی اختلافات کے قصوں کا۔

اب دیکھنا چاہیے کہ ان بزرگوں کے اختلافات کی واقعی نوعیت کیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ "تعلیم و تعلم" اور وہ بھی دین کی تعلیم و تعلم، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر "دینی تربیت" کے سلسلہ میں پیری و مریدی کے تعلقات میں بھی مسلمانوں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ جس سے ہم دینی علوم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں یا دینی تربیت کے لیے مریدی کا رشتہ قائم کر رہے ہیں وہ حنفی ہے یا شافعی، مالکی ہے یا حنبلی۔ بس جس کے پاس دین کا علم پایا گیا اور جس کی صحبت میں دیکھا گیا کہ لوگ دیندار بن جاتے ہیں۔ ان سے علم بھی مسلمان ہمیشہ حاصل کرتے رہے اور دینی تربیت بھی ان سے پاتے رہے۔ اوّل سے آخر تک مسلمانوں کی یہی تاریخ رہی ہے۔

یہی کیا جاننے والے جانتے ہیں کہ اندرونی اختلافات کے ان قصوں میں بسا اوقات یہ صورت بھی پیش آئی ہے کہ کسی امام کے نقطۂ نظر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن دوسرے امام کے نزدیک نہیں ٹوٹتا مثلاً بدن سے خون نکلے یا نکسیر پھوٹے یا پچھنا لگایا جائے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بات کے قائل تھے کہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بغیر تازہ وضو کے نمازی کی نماز درست نہ ہو گی۔ باوجود اس کے ان سے کسی نے پوچھا کہ ایسا آدمی جس کے بدن

سے خون نکلا اور تازہ وضو کئے بغیر نماز پڑھ رہا ہو تو ہم اس کے پیچھے کیا نماز پڑھ سکتے ہیں. آپ نے غضبناک ہو کر پوچھنے والے سے فرمایا کہ: "کیف لا اُصلی خلف سعید" یعنی حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز کیسے نہ پڑھوں گا۔"

مطلب آپ کا یہ تھا کہ خون نکلنے سے حضرت سعید بن المسیب کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اور ساری اُمت میں صحابہ کے بعد ان ہی سعید بن المسیب کو افضل التابعین قرار دیا گیا ہے پھر کیا ان کے پیچھے نماز درست نہ ہو گی. حاصل یہ ہے کہ گو خود امام احمد کی تحقیق یہی تھی کہ خون نکلنے سے وضو ساقط ہو جاتا ہے لیکن بایں ہمہ جو کہتے تھے کہ نہیں ٹوٹتا ان کو بھی گمراہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس قابل سمجھتے تھے کہ ان کے پیچھے بھی تازہ وضو کئے بغیر نماز ہو جاتی ہے اور ان کا خیال یہی تھا کہ دینی تحقیق سے وہ اسی نتیجہ پر پہنچے ہوں گے جبکہ دین ہم سب کا ایک ہی ہے. یونہی دیکھئے کہ خود امام مالک نے ایک سے زیادہ دفعہ عباسی حکومت کے خلفاء کو اس ارادہ سے روکا کہ امام مالک ہی کے فقہی نتائج کا سارے مسلمانوں کو بزورِ حکومت پابند بنایا جائے بلکہ اس کے مقابلہ میں امام نے مطالبہ کیا کہ جس علاقہ کے مسلمانوں میں جن علماء کے فقہی نتائج پھیل چکے ہیں ان کو خواہ مخواہ ان سے ہٹایا نہ جائے کیونکہ وہ بھی دین ہی کی ایک شکل ہے اور بلا وجہ لوگوں میں وحشت و نفرت کے جذبات کیوں ابھارے جائیں. خلیفۂ راشد عمر بن عبد العزیز نے بھی گشتی فرمان جاری کیا تھا کہ جس علاقہ میں لوگ جن ائمہ کے اقوال پر عمل کر رہے ہیں ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا جائے. ان ہی عمر بن عبد العزیز کے ایک فرمان کا ترجمہ یہ ہے:

"ان اختلافات کی وجہ سے دین میں بڑی وسعت پیدا ہو گئی ہے. میں دین کی راہ میں اس کو تمام قیمتی چیزوں میں بڑی غیر معمولی چیز سمجھتا ہوں. وہ بڑی ناپسندیدہ حالت ہوتی کہ اس قسم کے مسائل میں لوگ کسی ایک ہی پہلو پر سمٹ جاتے۔" (مسند دارمی مطبوعہ ہند صہ ۸۰ وغیرہ)

اور مشہور محدّث و فقیہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو ان لوگوں کو ٹوک دیا کرتے تھے جو ائمہ اجتہاد کے ان فقہی اختلافات کو اختلافات کے نام سے موسوم کرتے اور ہدایت کیا کرتے کہ "بھائی یوں کہا کرو کہ علماء نے مسلمانوں کے لیے یہ گنجائش اور فراخی دین میں پیدا کی ہے۔"[1]

اور یہ خیال کچھ اگلے بزرگوں ہی کا نہ تھا بارہویں صدی ہجری میں فتاویٰ کی آخری کتاب حنفی فقہ کی جیسا کہ جاننے والے جانتے ہیں کہ شامی ہے. اب اس کتاب کے شروع میں بھی فقہی اختلافات کے متعلق یہی نقطۂ نظر اختیار کیا گیا ہے کہ مشکلات میں مسلمانوں کے لیے ان ہی اختلافات کی بنیاد پر آسانی کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں. استدلال میں فتاویٰ تاتارخانیہ سے جو متحدہ ہندوستان میں تاتارخان تغلقیوں کے وزیر کے حکم سے مدون کیا گیا تھا. اس کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ:

فانّ فی اختلافِ ائمۃِ الھدیٰ توسعۃً لِلنّاس صہ ۶۳. یعنی ائمہ ہدیٰ، ہدایت کے اماموں (اہل السنّت کے ائمہ مجتہدین) کے اختلافات سے درحقیقت لوگوں کے لیے گنجائش پیدا ہوتی ہے۔"

حالانکہ پچھلے زمانہ کے فقہاء سخت گیری اور تشدد میں مشہور ہیں، لیکن شامی تک میں فخر الائمہ صاحب "معراج الدرایہ" کے اس قول کو نقل کر کے سراہا ہے کہ: فقہاء کے مختلف اقوال میں سے کسی قول پر مسلمانوں کی آسانی کے لیے ضرورۃً فتویٰ دیا جائے تو یہ اچھی بات ہو گی۔[2]

مطلب یہی ہے کہ عام حالات میں تو اس کی اجازت نہیں لیکن اگر کوئی مسلمان کسی دشواری میں مبتلا ہو گیا ہو اور اس کے لیے اس سے رہائی کی اور کوئی صورت نہ ہو تو پھر ایسے مجبوری اور ضرورتِ شدیدہ کے وقت جو کہ فی الواقعہ ضرورت ہو

---

[1] دیکھئے میزان الکبریٰ للامام الشعرانی صہ ۲۱، جو اس موضوع پر بڑی عمدہ کتاب ہے۔

[2] شامی ج ۱ صہ ۶۹۔

اور محض نفس کی آسانی کے لیے ضرورت گھڑ نہ لی گئی ہو تو ان حالات میں اگر ضعیف اور مرجوح اقوال کی پشت پناہی میں جو کہ بظاہر ضعیف اور مرجوح ہی کیوں نہ ہوں کسی مصیبت زدہ کی امداد کرنا علماء کے لیے باعث اجر و ثواب ہوگا۔ لیکن یاد رہے کہ عام حالات میں بغیر کسی سخت مجبوری کے کسی ضعیف یا مرجوح قول پر عمل کرنا جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے[1]۔

بہر حال تفصیلات کے لیے مطوّلات اور بڑی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے خصوصاً علامہ عبدالوہاب شعرانی مالکی کی کتاب "المیزان الکبریٰ" کا مطالعہ ان لوگوں کے لیے مفید ہوگا جو انہی فقہی اختلافات کا تذکرہ کرکے دین سے دلوں میں بیزاری پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ان کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلے گا کہ اس قسم کے اختلافات سے مسلمانوں کے ارباب تحقیق کا فیصلہ یہ ہے کہ "ان ائمہ میں جو بھی اپنے اجتہاد اور کوشش سے جس نتیجہ پر پہنچا ہر نتیجہ درست اور صحیح ہے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "عقد الجید" میں لکھا ہے کہ: "امام ابوالحسن اشعری، قاضی ابوبکر باقلانی اور ان سے پہلے قاضی ابویوسف اور محمد بن حسن، ابن شریح اس خیال کو ظاہر کرچکے ہیں یعنی یہ کہ ہر پہلو ان اختلافی مسائل کا صحیح اور درست ہے۔"

شاہ صاحب نے آخر میں لکھا ہے کہ: جمہور متکلمین اشاعرہ اور معتزلہ دونوں ہی کی طرف سے خیال کتابوں میں منسوب کیا گیا ہے[2]۔

مسئلہ کو سمجھاتے ہوئے ارقام فرمایا ہے کہ ان اختلافات کی مثال ایسی ہے جیسے حدیثوں میں آیا ہے کہ: "اُنزل القرآنُ علی سبعۃِ اَحْرُف" یعنی قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے۔" مطلب یہ ہے کہ قرآنی الفاظ کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) [2] شامی ج ۱ ص ۶۹۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] در مختار [2] عقد الجید ص ۱۱۔

قراءتوں کی مختلف شکلوں کو جیسے ہم صحیح سمجھتے ہیں اجتہادی مسائل کے اختلافات کے ہر پہلو کو صحیح قرار دینے میں کیا دشواری پیش آئے گی۔ تقلید تو کوئی شبہ نہیں کہ لوگ کسی ایک امام کی ہی کرتے رہے ہیں اور اس صورت کو بھی فقہاء نے جائز قرار نہیں دیا کہ اپنے نفس کی آسانی کے لیے اور ذاتی فائدہ کے لیے کبھی کسی امام کے مذہب پر عمل اور کبھی کسی دوسرے امام کے مذہب کو اپنے عمل کے لیے منتخب کرلیا کہ اسے اصطلاح فقہ میں "تلفیق" کہتے ہیں جو کہ ناجائز ہے کیونکہ نفس اپنی آسانی اور خواہش کا بندہ اپنی منفعت اور مفاد کا خیال رکھتا ہے لیکن اسکے باوجود احترامی تعلقات اجتہاد و تفقہ کے سارے ائمہ کے ساتھ انہوں نے مسلسل باقی رکھے ہیں اور سب ہی کو مقبولان حق اور دین کے راست باز پیغمبر کے وفادار بزرگوں میں شمار کرتے رہے ہیں۔

اور یاد رہے کہ یہ بات ائمہ اربعہ کے مقلدین اور چاروں فقہ میں سے کسی ایک فقہ کے ماننے والوں سے متعلق ہے رہے دوسرے حضرات سو وہ اگر متشدد لوگوں کی طرح مسلمانوں کو معمولی باتوں پر کافر و مشرک اور گمراہ قرار نہ دیتے ہوں اور بارگاہِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی توہین و گستاخی کے مرتکب نہ قرار پائے ہوں تو ان کے ساتھ بھی یہی روش اور وطیرہ اختیار کیا جائے گا اور اس معاملہ میں وسعتِ قلبی اور وسیع الخیالی کا مظاہرہ کیا جائے گا۔

بزرگانِ دین کی وسعتِ قلبی و وسیع الخیالی ملاحظہ ہو

(۱) سیدنا امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی اُمّ الحسن کا عقد نکاح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے عبداللہ بن زبیر کے ساتھ کیا گیا تھا۔ جیسا کہ شیعہ مسلک کی مستند تاریخ "ناسخ التواریخ" ص ۲۷

---

[1] اور صحابہ و اہل بیت۔

ج ۲ میں لکھا ہے۔

(۲) حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا پوتا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا داماد تھا جیسا کہ شیعہ مسلک کی مستند کتاب نہج البلاغہ کی شرح ابن حدید صہ ۴۵۹ جلد ۳ مطبوعہ بیروت اور شیعہ حضرات کی تاریخ "ناسخ التواریخ" صہ ۵۳۴ ج ۶ کتاب دوم میں لکھا ہے:

(۳) حضرت عمر فاروقِ اعظم حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے داماد تھے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی بیٹی دختر فاطمۃ الزہرا ام کلثوم کبریٰ کا عقد نکاح اپنی مرضی و خوشی سے حضرت عمر فاروق اعظم کے ساتھ کیا تھا اور ان سے حضرت عمر فاروق اعظم کے دو بچے ہوئے تھے ایک لڑکا تھا اور ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام زید تھا اور لڑکی کا نام رقیہ تھا اور اس عقد نکاح کا ذکر سُنیوں کی کتاب صحیح بخاری شریف اور دوسری بہت سی کتابوں کے علاوہ شیعہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو شیعہ حضرات کی مستند کتاب "منتہی الآمال" صہ ۲۱۷ ج ۱ مطبوعہ ایران (فارسی) اور شیعہ حضرات کی کتب احادیث صحاح اربعہ میں سے "فروع کافی" عربی صہ ۱۱۵ ج ۶ مطبوعہ تہران طبع جدید" میں بھی یہی کچھ لکھا ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زبانِ مبارک سے اس کو نقل کیا ہے۔ اور شیعہ حضرات کی صحاح اربعہ میں سے یعنی شیعہ مذہب کی حدیث کی جو چار بڑی صحیح کتابیں ان کے ہاں مانی جاتی ہیں ان میں سے حدیث کی کتاب "الاستبصار" صہ ۳۵۲ ج ۳ میں بھی اس عقد نکاح کا ذکر صاف موجود ہے اور شیعہ مسلک کے نور اللہ شوستری نے بھی اس مذکورہ عقدِ نکاح کا اعتراف کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی اپنی کتاب "مجالس المومنین" صہ ۲۰۴ جلد اوّل مطبوعہ تہران"۔ اور شیعہ مذہب کی دوسری معتبر کتاب مناقب ابن شہر آشوب صہ ۲۷۵ طبع جدید۔

اور شیعہ مسلک کی صحاح اربعہ یعنی حدیث کی چار بڑی صحیح کتابوں میں

سے "تہذیب الاحکام" صہ ۳۶۳ ج ۹ مطبوعہ تہران میں لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد ماجد حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت سیدہ اُمِّ کلثوم اور اس کا بیٹا زید جو کہ حضرت عمر فاروق سے پیدا ہوا تھا ایک ہی ساعت میں فوت ہوئے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

جن اُمِّ کلثوم دخترِ علی المرتضیٰ کا تذکرہ کربلا کے واقعہ میں ملتا ہے وہ اور تھیں اور چھوٹی تھیں اور یہ سیدہ اُمِّ کلثوم جو کہ حضرت فاطمہ زہراء و علی المرتضیٰ کی ہی لختِ جگر تھیں یہ بڑی تھیں جن کا عقد نکاح حضرت عمر فاروق سے ہوا تھا۔ تو دراصل سیدہ فاطمہ اور حضرت علی کی اُمِّ کلثوم نام کی بیٹیاں دو تھیں ایک اُمِّ کلثوم صغریٰ اور دوسری اُمِّ کلثوم کبریٰ۔ واقعہ کربلا میں پہلی شریک ہوئیں۔ اور حضرت عمر کی زوجہ دوسری تھیں۔"

شیعہ حضرات کی مستند کتاب "کشف الغمۃ" میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے صاحبزادیوں کا تذکرہ اس طرح درج ہے۔ زینب[1] کبریٰ، اُمِّ کلثوم کبریٰ[2]، اُمِّ الحسن[3]، رملہ کبریٰ[4]، اُمِّ ہانی[5]، میمونہ[6]، زینب صغریٰ[7]، رملہ صغریٰ[8]، اُمِّ کلثوم صغریٰ[9]، رقیہ[10]، فاطمہ[11]، امامہ[12]، خدیجہ[13]، اُمِّ الکرام[14]، اُمِّ سلمہ[15]، اُمِّ جعفر جمانہ[16]، نقیہ[17] اور ایک اور صاحبزادی ہیں جن کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا ان کے نام کا ذکر نہیں۔

کتب شیعہ میں سے "مناقب آلِ ابی طالب" میں ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ حضرت عمر کا نکاح اُمِّ کلثوم کبریٰ سے ہوا تھا اور اُمِّ کلثوم صغریٰ سے کثیر بن عباس بن عبد المطلب کا نکاح ہوا[1]

اور شیعہ حضرات کی مستند تاریخ "منتخب التواریخ" میں مزید وضاحت

---

[1] صہ ۳۰۴، صہ ۳۰۵ ج ۳۔

...درج ہے کہ: اُمّ کلثوم کبریٰ دخترِ فاطمۃ الزہراء و علی المرتضیٰ کا عقد نکاح حضرت عمر فاروق سے کیا گیا تھا اور دوسری بیٹی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اُمّ کلثوم حضرت فاطمہ سے نہیں بلکہ کسی دوسری بیوی سے تھیں۔ کربلا معلیٰ کے واقعہ میں ان ہی کا ذکر آتا ہے اور اُمّ کلثوم کبریٰ زوجۂ عمر فاروق کا انتقال امام حسن رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں مدینہ طیبہ میں ہو گیا تھا اور اسی روز ان کے صاحبزادے زید کا بھی انتقال ہوا، یہ اتفاق کی بات ہے

اور "شیخ حر" نے رسائل شیعہ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اُمّ کلثوم اور ان کے حضرت عمر فاروق سے فرزند زید کا جنازہ اٹھایا گیا تو جنازہ میں امام حسن، امام حسین، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم شریک تھے۔ معلوم ہوا کہ اُمّ کلثوم کبریٰ واقعہ کربلا میں ہرگز شریک نہ تھیں کیونکہ وہ اس سے پہلے رحلت فرما گئی تھیں وہ مدینہ میں فوت ہو کر وہیں دفن بھی ہوئیں [1]

الحمد للہ کہ مستند کتب شیعہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ داماد علی المرتضیٰ شیرِ خدا ہیں۔

اب مومنین مسلمین خود فیصلہ فرمائیں کہ آپ اپنے دامادوں کو تبرا بولتے ہیں ان کی شان میں توہین آمیز کلمات کہتے ہیں یا کر ان کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں یا آپ کے داماد کو کوئی تبرّیٰ بولے اور برا کہے تو کیا آپ خوش ہوتے ہیں اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء کو راضی کرنا ہے تو پھر سرکارِ عمر فاروق کو عزت اور رفعت کی نگاہ سے دیکھنا ہو گا اور ان کی تعظیم و توقیر کرنی ہو گی۔

نعرۂ حیدری: حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ: میں

---

[1] منتخب التواریخ صہ ۱۱۴ مطبوعہ ایران۔

دو شخصوں سے مقابلہ کروں گا ایک تو وہ شخص جو مدعیٔ خلافت ہے حالانکہ وہ اس کا مستحق نہیں ہے اور دوسرا وہ شخص جو اس چیز سے اپنے نفس کو منع کرے جو اس پر واجب ہے [1]" حالانکہ آپ نے صدیق و فاروق سے تو مقابلہ نہیں کیا جس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک وہ حضرات مستحق خلافت اور حقدارِ خلافت اور خلافت کے لیے موزوں ہی تھے تو پھر اب شیعہ حضرات کو سوچ سمجھ کر زبان کھولنی چاہیے کہ کہیں وہ نادان دوستوں میں تو شمار نہیں ہوں گے۔ سوچنے کی بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اعتراض نہیں کیا اور یہ اب صدیوں بعد اعتراض کر رہے ہیں تو خواہ مخواہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر حضرت علی شیرِ خدا کو یہ کیا کہیں گے کیا وہ معاذ اللہ جھوٹے تھے یا کہ ڈرپوک تھے۔ بات اصل میں کچھ اور ہی ہے اور وہ یہ کہ شیعہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ یا دوسرے ائمہ اہل بیت سے کوئی محبت حقیقیہ یا مخلصانہ عقیدت ہرگز نہیں بلکہ ان کے دلوں میں ذاتی عناد اور قومی تعصب بھرا ہوا ہے جو ان کو چین نہیں لینے دیتا۔

شیعوں کے مجتہد علامہ علی حائری کا فتویٰ

سوال: شیعہ عورت کا نکاح غیر شیعہ مرد کے ہمراہ جائز ہے یا نہیں، اگر ایسا واقع ہوا ہو تو اس میں طلاق اور عدت کی ضرورت ہے یا نہیں۔ ایسے نکاح سے جو اولاد پیدا ہو گی وہ مذہبِ حق میں حلال زادی قرار دی جائے گی یا حرام زادی؟

جواب: اصل بات یہ ہے کہ بالاتفاق نکاح میں کفایت شرط ہے لیکن کفایت کے معنے میں اختلاف ہے۔ کفایت سے اسلام مراد ہونے سے تو

---

[1] نیرنگِ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ صہ ۲۳۹۔

کسی کو بھی انکار نہیں مگر اکثر فقہاء کے نزدیک ؛ اسلام کے علاوہ ،عفاد المؤمنون بعظہم اکفاء بعض ، زوجین کا مومن ہونا بھی شرائطِ ضروریہ میں سے ہے پس فرقہ حقہ شیعہ کے نزدیک شیعہ عورت کا نکاح کسی غیر شیعہ اثنا عشری کو وہ مومن نہیں سمجھتے ، جو مسلمان کہ غیر اثنا عشری عقیدہ رکھتا ہو شیعوں کے نزدیک وہ مومن نہیں مسلمان ہے ایسی صورت میں باوجود عالم بمسئلہ ہونے کے اگر ایسا نکاح واقع ہو جائے تو وہ نکاح باطل ہے ۔ ان کی اولاد بھی شرعاً ولد الزنا ہوگی ۔ اگر جاہل بہ مسئلہ ہونے کی وجہ سے ایسا نکاح ہوا ہو تو اولاد ولدِ شبہ حلال زادی ہے ۔ لیکن نکاح دونوں صورتوں میں ناجائز ہو گا ۔ بعض فقہاء تو ناجائز نکاح میں طلاق کی ضرورت نہیں سمجھتے لیکن اگر دخول واقع ہو چکا ہو تو عورت کو عدت رکھنا ضروری ہو گا ۔ وہو العالم (من مبارک حویلی لاہور ، علی الحائری)

یہ فتویٰ علی حائری صاحب کے اپنے رسالہ " النظر " میں چھپا ہے جو کہ شیعی کتب فروش کی دوکان پر بکتا رہا ہے ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علی حائری صاحب ان نکاحوں کے بارے میں کیا کہیں گے جو سیدزادیوں کے غیر سیدوں اور غیر شیعوں کے ساتھ ہوتے رہے ہیں جن کے حوالے اوپر کی تحریر میں شیعہ کتب سے دیئے جا چکے ہیں اور خود حضرت علی المرتضٰی نے اپنی اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء کی بیٹی اُمّ کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق سے برضاء خود کر دیا تھا اور اگر اس کے جواب میں شیعہ یہ کہیں کہ یہ لڑکی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چھین لی گئی تھی تو پھر اس صورت میں حضرت علی حیدر کرار صاحب ذوالفقار تو نہ ہوئے ۔ غرضیکہ شیعہ قدم قدم پر ائمہ اہلبیت خصوصاً حضرت علی المرتضٰی کی توہین اور ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اب پتہ نہیں یہ لوگ محبتِ اہل بیت ہونے کا دعویٰ کس منہ سے کرتے ہیں ۔

ناظرینِ کرام ! یہ دیکھیں گے کہ ائمہ اطہار نے عموماً اور حضرت علی ، حضرت امام حسن ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم نے خصوصاً اپنی اولاد کے نام ابوبکر ، عمر ، عثمان رکھے ہیں اور ان ناموں کی اولاد کربلا میں حضرت سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید بھی ہوئی ۔ کیا ابوبکر بن علی ، عثمان بن علی و ابوبکر بن حسن ، جنہوں نے میدانِ کربلا میں حضرت سید الشہداء کے ساتھ جان دے کر حقِ رفاقت ادا کیا ، اس کے مستحق نہیں کہ ان کا ذکر بھی مجلسِ عزا میں کیا جائے ، لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ ان کا نام تک بھی کسی نے آج تک سُنا ہو ۔

یہ ایک ایسی عداوت ہے جس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا اور اسی قسم کی عداوت کے برخلاف ہم صدائے احتجاج بلند کرنا چاہتے ہیں کیونکہ یہی ایک بے سود عداوت ہے جس کی وجہ سے اسلام کے دو بڑے گروہوں میں نااتفاقی پیدا ہو گئی ہے اور ایسے زمانہ میں جس میں ہم آجکل رہتے ہیں جبکہ اتحاد و اتفاق ہماری دینی و دُنیوی ترقی کے لیے نہایت ضروری ہے ، ہمارے قومی امور میں حائل ہو کر ذلّت و رسوائی کا باعث ہو رہی ہے ۔

جنگِ صفین کا واقعہ

جنگِ صفین حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان مشہور لڑائی ہے متعدد مورخین نے نقل کیا ہے کہ جنگِ صفین کے موقع پر دن کے وقت فریقین میں جنگ ہوتی اور رات کے وقت ایک لشکر کے لوگ دوسرے لشکر میں جا کر ان کے مقتولین کی تجہیز و تکفین میں حصہ لیا کرتے تھے ۔ اور ایک فریق کو مسائل کی ضرورت پیش آتی تو دوسرے فریق کے پاس آدمی بھیج کر ان کو حل کرواتے یہ ان کے دینی اعتماد کا حال تھا [1]

---

[1] تاریخ الخلفاء للسیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

قیصرِ روم نے مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی سے فائدہ اُٹھا کر ان پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے قیصر کے نام ایک خط میں لکھا کہ اگر تم نے اپنا ارادہ پورا کرنے کی ٹھان لی تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے ساتھی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے صلح کر لوں گا، پھر تمہارے خلاف ان کا لشکر روانہ ہوگا اس کے ہراول دستہ میں میں شامل ہو کر قسطنطنیہ کو جلا ہوا کوئلہ بنا دوں گا اور تمہاری حکومت کو گاجر مُولی کی طرح اکھاڑ پھینکوں گا۔[۱]

تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ قیصر روم نے حضرت معاویہ کو خط لکھا تھا کہ تم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ستا رکھا ہے تمہاری مدد کے لیے میں فوج بھیج دوں، اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو لکھا کہ "اے نصرانی کُتّے! میرے اور علی کے درمیان جو اختلاف ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے یاد رکھ کہ اگر تُو نے حضرت علی کی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھا تو سب سے پہلے علی کے لشکر کا سپاہی بن کر تیری آنکھیں پھوڑ دینے والا معاویہ ہوگا۔"

اسی طرح حضرت معاویہ سے منقول ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر اور مجھ سے افضل ہیں اور میرا ان سے اختلاف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مسئلہ میں ہے اور اگر وہ خونِ عثمان کا قصاص لے لیں تو اہلِ شام میں اُن کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا۔[۲]

اب شیعوں اور نیم شیعوں کو دیکھو تو وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں بکتے ہیں۔

---

[۱] تاج العروس ج ۷، ص ۲۰۵ مادہ اصطفلین [۲] البدایہ والنہایہ ص ۲۵۹ ج ۷۔

شیعہ مذہب کی ابتداء کیسے ہوئی

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ "مفتاح الجنّہ فی الاحتجاج بالسُّنّہ" کے نام سے تالیف فرمایا ہے اس میں انہوں نے علامہ دینوری کی کتاب "المجالسہ" سے نقل کیا ہے کہ رافضیوں کے مذہب کی ابتداء اس طرح سے ہوئی کہ چند زندیقوں (بے دینوں) نے (اسلام کو لوگوں کی نظروں سے گرانے اور بدنام کرنے کے لیے) مشورہ کیا کہ اس بارے میں کیا کرنا چاہیے۔ ان میں سے بعض نے رائے دی کہ مسلمانوں کے نبی کو (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بُرا بھلا کہیں، جب ان کی عظمت اور عقیدت گھٹے گی تو اس کا دین آگے بڑھنے میں بھی رکاوٹ ہو گی۔ اس پر ان کے سردار نے کہا کہ ایسا کریں گے تو ہم سب قتل کر دیئے جائیں گے (کیونکہ مسلمان اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے) پھر آپس میں مشورہ ہوا کہ ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کو بُرا بھلا کہنا چاہیے اور ان سے علیحدگی اختیار کی جائے اور ان کو کافر کہا جائے۔ جب آپس میں یہ رائے پاس ہو گئی تو انہوں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب صحابہ دوزخ میں ہیں۔ پھر یہ کہنے لگے کہ علی نبی تھے جبرائیل سے وحی لانے میں غلطی ہو گئی"۔[۱]

یہ بات اس زمانہ کے زندیقوں نے پھیلائی اور اس کے قبول کرنے والے کچھ لوگ ہو گئے پھر سلسلہ آگے بڑھتے بڑھتے شیعیّت اور رافضیّت ایک مذہب بن گیا ان کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنا اور ان کو گالیاں دینا اور ان سے بیزاری کا اعلان کرنا ہی سب سے بڑا دین ہے زندیقوں نے جو یہ بات پھیلائی تھی درحقیقت اس میں بہت بڑا راز

---

[۱] مفتاح الجنہ ص ۲۲، مصنفہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کتاب اللہ کے نقل کرنے والے ہیں اور انہوں نے ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نقل کی ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر ہی سارے دین کی بنیاد ہے۔ ان دونوں چیزوں کے نقل کرنے والوں پر اگر بالفرض اعتماد نہ ہو اور ان کو کافر مان لیا جائے (جیسا کہ روافض و شیعہ کہتے ہیں) تو ان کی نقل کی ہوئی کتاب اور سنت پر کیا بھروسہ ہوگا۔ جب کتاب و سنت ہی محفوظ نہ رہی تو دین کہاں رہا۔ دین حقیقی سے ہٹانے کے لیے اور اسلام کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کے لیے درحقیقت یہ بڑا حربہ ہے جو دشمنوں نے اختیار کیا۔

اللہ والے ملانا پسند کرتے ہیں کاٹنا نہیں

حضرت بابا فرید صاحب پاک پتنی رحمۃ اللہ علیہ کو جو کہ سرتاج عاشقان و رأس المجاہدین تھے کسی آدمی نے قینچی بطور تحفہ بھیجی لیکن آپ نے وہ واپس کر دی فرمایا کہ ہمیں سوئی درکار ہے اور ہم اس کو پسند کرتے ہیں قینچی کو نہیں اس لیے کہ قینچی کا کام کاٹنا اور جدا کرنا ہے اور سوئی کا کام ٹانکے لگانا اور ملانا اور جوڑنا ہے اور ہم جوڑنے کو پسند کرتے ہیں توڑنے کو نہیں۔ سبحان اللہ کیا خوب ارشاد فرمایا اور کتنے پتے کی بات کہی ہے۔

؎ اے خدا آپس میں باہم اتفاق
دے طفیل حضرت شاہ براق

بے اتفاقی کی اصل وجوہات و اسباب اور اس کا علاج

اخلاص کا فقدان، حب دنیا اور جاہ طلبی کا رجحان، سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترک۔ اور پھر اس ترک سنت کی عادت نمائش اور

دکھاوے کو ترجیح دینا۔ کبر و غرور کی بہتات تواضع و انکسار کی انتہائی کمی۔ بے عملی۔ موت و قبر کی فراموشی۔ جہالت و بے علمی یا کم علمی، برے لوگوں سے دوستی و نشست و برخاست، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مجھے تمہارے بارے میں رغبت دنیا کا خوف و اندیشہ ہے" آج ہم نے اس اندیشہ کو صحیح ثابت کر دیا ہے۔ ہمارے لیڈر اور ہمارے علماء الا ماشاء اللہ دن رات جاہ طلبی اور حصول اقتدار کے لیے کوشاں ہیں تو جب ان کا اپنا یہ حال ہے تو پھر دوسروں کی بھلا وہ کیا رہنمائی کریں گے۔ اور پھر حصول اقتدار کے لیے کوشش بھی صحیح طریقہ سے نہیں بلکہ جو چاہتے ہیں کہتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں ملتے ہیں یہاں کوئی شرعی معیار اور ترازو ہی نہیں جماعت ہے کہ جو چاہے مسلک کے خلاف کرے کوئی پرسان حال نہیں اور کوئی باز پرس ہی نہیں کرتا تو اب جبکہ یہ حالت ہے تو اگر ان کو اقتدار حاصل ہو گیا تو پھر جو لوگ اپنی جماعت کی اصلاح نہیں کر سکتے وہ پوری قوم کی اصلاح کیسے کریں گے۔ ؎

وہ یہ کہتے ہیں اب کوئی چارہ نہیں
کلمۂ حق تو کسی کو گوارا نہیں

؎ ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے عارفوں کا طریق

ادھر پیر و صوفی حضرات ہیں کہ گدی نشینی پہ نازاں ہے۔ آمدن بخوبی ہو رہی ہے۔ سازوں کے ساتھ مردوں و عورتوں امردوں کے اجتماع میں قوالیاں ہو رہی ہیں کون ہے جو پوچھے کہ حضرت اس نوعیت کی قوالی کی آخر دلیل کیا ہے۔ سلطان الاولیاء محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء نے تو اس قسم کی قوالی سے منع فرمایا ہے اور وہ چشتی حضرت کے دادا مرشد ہیں، حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور خاتم الفقہاء سید محمد ابن عابدین

شامی رحمۃ اللہ علیہ نے "ردالمختار" میں اس کے جواز کی شرائط لکھی ہیں.

سچ ہے ؎

مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے
خانقاہوں میں کہیں لذت اسرار بھی ہے

؎ رہا نہ حلقۂ صوفی میں سوزِ دل باقی
فسانۂ کرامات رہ گئے باقی (اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

ادھر نئے تعلیم یافتہ اور جدید تعلیم سے بہرہ ور لوگ ہیں کہ اصل اسلام سے بیزار نظر آتے ہیں۔ الا ماشاءاللہ، ولبقول علامہ اقبال ؎

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

یہ بتانِ عصرِ حاضر جو بنے ہیں مدرسے بھی
نہ ادائے کافرانہ نہ تراشِ آزرانہ

گلہ تو گھونٹ دیا مدرسہ نے تیرا
پھر کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

ادھر واعظ و مقرر حضرات ہیں۔ شعلہ بیانی کا زور ہے فیسیں مقرر کی جارہی ہیں۔ لوگوں کو لڑایا اور بھڑایا جارہا ہے اور فساد برپا کیا جارہا ہے۔

؏ کارِ ملا فی سبیل اللہ فساد

الا ماشاءاللہ۔ بلاشبہ علماءِ دین کا بہت بڑا مقام ہے، لیکن یہ لوگ تو عالم نہیں ہوتے، دو چار تقریریں رٹ لیں اور بس خود ساختہ اور جعلی علامہ بن گئے اور لگے لوگوں کے ایمانوں پر ڈاکے ڈالنے خود ساختہ اور موضوع حدیثیں سنانے کا مشغلہ اپنا رکھا ہے۔

؎ واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

لبھاتا ہے دل کو کلامِ خطیب ✻ مگر لذتِ شوق سے بے نصیب

ایک جگہ کچھ آدمی مجھ سے کہنے لگے کہ جی یہاں پر زور زور سے بولنا چیخنا و چلانا اور شعلہ بیانی کام دیتی ہے اور لوگ اسی کو سنتے ہیں، میں چونکہ دیکھو ان ستم گر دوں کو کہ ان مقرروں نے قوم کو کس سطح پر لا کھڑا کیا ہے اور کس نشے کا عادی بنا دیا ہے کیونکہ اصل چیز شعلہ بیانی نہیں بلکہ مدلل کلام ہے اور ایسا وعظ ہے جس میں بات بات پر حوالے ہوں۔ اصل ماخذ کتابیں و یہی کتابیں دکھائی جائیں مگر جاہل مقرروں نے لوگوں کو اس چیز کا عادی بنا دیا ہے جو وہ خود کر سکتے تھے۔ کیونکہ دلائل پیش کرنا، حوالے دینا اور اصل کتابیں دکھانا تو ان کے بس میں نہیں ہے کہ وہ اصل کتابیں تھوڑی ہی دیکھتے ہیں وہ تو بس مانگے تانگے کا وعظ کرنے کے عادی ہیں جبکہ یہ کام تو ڈھول کی تھاپ پر ایک فاسق و فاجر گویا اور قوال بھی کر دیا کرتا ہے اور عالم کا کام تو یہ ہے کہ وہ صحیح دلائل سے لوگوں کو روشناس کرائے مگر یہ عالم ہوں تو تب نا۔ یہ تو بس پکی کچی روٹی پڑھے ہوئے ہوتے ہیں جبکہ مسئلہ شرعی یہ ہے کہ غیر عالم کو وعظ کہنا منع ہے۔ دیکھئے امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔"[1]

۱؎ احکام شریعت حصہ دوم صہ ۲۳۱۔

بیدار سیاح علامہ مقدسی نے دنیا کی سیاحت کے بعد سفر کی یادداشتوں کو ایک کتاب کی شکل میں مرتب کیا ہے۔ کتاب شائع ہو چکی ہے اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ سارے اسلامی ممالک میں مقدسی گھومے ہیں وہاں کے مسلمانوں کے دینی رجحانات کا تذکرہ کرتے چلے گئے ہیں۔ آخر میں "المقدسی" نے اپنے احساسات کو درج کرکے مندرجہ ذیل فقرے پر اختلافات کی اس بحث کو ختم کر دیا ہے۔ یعنی ھٰذا التعصّبُ الذی تریٰ انّما شورۃُ الجُھّال والمسترفون من القُصّاص وغیرھم الخ۔

ترجمہ: یہ تنگ نظریاں جنہیں تم دیکھ رہے ہو دراصل یہ شورش جاہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے اور قصہ گو واعظوں کی بے اعتدالیوں کے یہ نتائج ہیں اُمتِ اسلامی کو ان سے کوئی تعلق نہیں۔"

اب مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ اپنے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے بھی تہی داماں ہیں۔

کتاب اللہ کی ہمہ گیر صداقت اور دینِ اسلام کا مکمّل ہونا

اپنوں کی نگاہوں میں

(۱) امیر المومنین خلیفۂ راشد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۲۳ھ نے ایک خاص موقع پر ارشاد فرمایا:۔

"اِنّا کنّا اذلّ قومٍ فاعزّنا اللہ بالاسلام فمھما نطلب العِزّ بغیر ما اعزّنا اللہ بہٖ اذلّنا اللہ[1] یعنی ہم ایک ذلیل و خوار قوم تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں دینِ اسلام کی وجہ سے عزت دی۔ جب بھی ہم

[1] مستدرک حاکم ج ۱ ص ۶۲ و ج ۳ ص ۸۲ وقال الحاکم والذہبی صحیح۔

کسی ایسے طریقہ سے عزت حاصل کرنا چاہیں گے جس کے ساتھ اللہ نے ہمیں عزت نہیں دی (یعنی وہ اسلام کے خلاف ہو) تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل اور رسوا کرکے چھوڑے گا۔"

(۲) اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: لن یصلح آخر ھٰذہ الاُمّۃ الّا بما صلح بہٖ اوّلھا۔ یعنی اس اُمّت کے آخر زمانے کے لوگوں کی اصلاح صرف اُس چیز سے ہو سکتی ہے جس کے ساتھ اس کے پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی۔"

(۳) حضرت عبد اللہ بن عباس (المتوفی ۶۸ھ) سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا: یا ایّھا النّاس انّی قد ترکتُ منکم ما ان اعتصمتم بہٖ فلن تضلّوا ابداً کتاب اللہ وسنّۃ نبیّہٖ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: اے لوگو! میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ اگر تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑا تو ہرگز تم گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک کتاب اللہ اور دوسری سنّتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (المتوفاۃ ۵۷ھ) روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چھ قسم کے لوگ ہیں جن پر میں بھی لعنت بھیجتا ہوں، اللہ تعالیٰ بھی ان پر لعنت کرے۔ ان میں سے ایک والتّارک لِسُنّتی[1] یعنی وہ شخص ہے جو میری سنّت چھوڑ دے۔

(۵) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ (المتوفی ۳۶ھ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تکون بعدی ائمّۃ لا یھتدون بھدیٖ ولا یستنّون بسُنّتی وسیقوم فیھم رجالٌ قلوبھم قلوب الشیاطین

[1] مستدرک ج ۱ ص ۹۳ [2] مستدرک ج ۱ ص ۳۶ قال الحاکم والذہبی صحیح۔

فی جثمان انسی ۱ یعنی کہ میرے بعد کچھ رہبر اور پیشوا ایسے ہوں گے جو میری سیرت اور طریقہ پر نہیں چلیں گے اور میری سنت پر عمل نہیں کریں گے ان میں کچھ ایسے لوگ کھڑے ہوں گے جن کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے مگر شکل اور صورت انسانی ہوگی۔

(۶) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (المتوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ: اقول انتظام الدین یتوقف علی اتباع سنن النبی ۲ یعنی میں کہتا ہوں کہ دین کا انتظام اس بات پر موقوف ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی و اتباع کی جائے۔

لیکن چونکہ اب مسلمانوں نے اتباع سنت ترک کر دیا ہے۔ وہ ویسے حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن ہر موقع پر اور ہر بات میں ڈھونڈ کر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مبارکہ کو اپنائیں ایسا نہیں ہے اور نبی رحمت کے دامن رحمت میں پناہ لیے بغیر آخر پناہ کہاں مل سکتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لینے کی صورت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مبارکہ کی پیروی کی جائے۔ حضرت بابا فرید صاحب پاک پتنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎ ایہ زمیں آسماں دو پڑ چکی دے بچ نہ رہوے کو

جے توں بچنا چاہو ناں پھر کلی ہیٹھاں ہو

واقعہ ہے کہ ایک جنگ میں صحابہ کو فتح نہیں ہو رہی تھی کافی دن گزر گئے جب اس کی وجہ پر غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مصروفیت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت مسواک کا ترک ہو گیا ہے اس لیے فتح میں دیر لگ گئی ہے۔ پھر جب مسواک کا استعمال کیا گیا اور ہر سپاہی نے کیا تو

۱ مسلم شریف ج ۲ ص ۱۲۷ ۲ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۷۔

بغیر کسی خاص تاخیر کے فتح حاصل ہو گئی۔ آج لوگ عموماً زبانی زبانی عاشق ہیں۔ سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور بھاگتے ہیں۔ اب تو لوگ عوام ہی نہیں بلکہ آج کل کے علماء وہی مسئلے تلاش کرتے ہیں جن میں ظاہری و جسمانی و مادی فائدہ ہو اور پھر اس مقصد کے لیے اعلحضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا نام اور حوالہ پیش کیا کرتے ہیں، لیکن اعلحضرت علیہ الرحمۃ نے جو دوسرے مسائل لکھے ہیں ان سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ مثلاً اعلحضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مسائل بھی شرح و بسط سے اور خوب مدلل لکھے ہیں مگر وہ ان کی طرف توجہ نہیں دیتے۔

کچھ مسائل بطور نمونہ

(۱) سازوں کے ساتھ موجودہ قوالی حرام ہے۔ ۱

(۲) ڈاڑھی کترانے والے سے میلاد نہ پڑھایا جائے۔ ۲

(۳) محرم میں تخت و چوکی بنانے کے لیے چندہ دینا جائز نہیں ۳

(۴) جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں حکم دُنیا میں سب سے بدتر مرتد ہیں۔ ۴

(۵) قرآن پڑھنے کی اُجرت حرام ہے ۵

(۶) عورتوں کا مزارات پر جانا منع ہے ۶

(۷) میلاد خواں کے ساتھ کوئی اَمرد (ان ڈاڑھی لڑکا) شامل نہ ہو۔ ۷

(۸) سیاہ خضاب حرام ہے ۸

(۹) ماہ محرم میں شادی بیاہ جائز ہے ۹

(۱۰) سید زادی کا نکاح کسی قریشی غیر سید سے ہو سکتا ہے کیونکہ دونوں کی ایک ہی قوم و کفو ہے ۱۰

۱ دیکھئے فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ ص ۲۲۵، ص ۲۳۸ و ص ۳۳۶ وغیرہا ۲ ایضاً ص ۵۲ ۳ ایضاً ص ۵۶۹
۴ احکام شریعت حصہ اول ص ۱۱۲ ۵ ایضاً ص ۱۱۵ ۶ ایضاً ص ۱۵۵ ۷ ایضاً ص ۲۲۵ ۸ ایضاً ص ۲۲۶

تواب قوم کو ملانے کی صورت یہ ہے

(۱) سنّت کو اپنی جگہ اور محض جائز کو اپنی جگہ پر رکھا جائے۔

(۲) شرک اور کفر کے فتووں کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جن کو سبھی مانتے ہیں کے تفصیلی کلام اور خود انکے اور انکے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کے عمل کو فیصلہ ٹھہرایا جائے۔

(۳) صحابہ کرام کے بارے میں کسی مجلس میں قطعاً بُرا نہ کہا جائے۔

(۴) تمام مسلمانوں والا کلمہ پڑھنا اختیار کیا جائے۔

(۵) اذان میں اضافی کلمات نہ کہے جائیں۔

(۶) ماتمی جلوسوں کو روکا جائے کیونکہ یہ ائمہ اہل بیت کے وقت نہیں ہوتے تھے بلکہ نفسِ ماتم کرنا ہی نئی رسم ہے یا پھر اس کو چار دیواری کے اندر تک محدود کیا جائے۔ وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ خود تو کوئی ان باتوں کو مانے گا نہیں تو پھر اسکے لیے تجویز اور فارمولہ یہ ہے کہ جب تک صحیح اسلامی حکومت قائم نہیں ہو جاتی بین الاقوامی مناظرے کا انتظام کیا جائے اور علماء کے بورڈ کی موجودگی میں مختلف فرقوں کے علماء کے درمیان گفتگو ہو اس پر آئندہ کا لائحہ عمل مرتب کیا جائے اور فریقین اسکو تسلیم کریں اور اس مقصد کے لیے دیندار عوام دباؤ ڈالیں اور ہر صورت میں اس کو منوا کر دم لیں۔
اور اگر خوش قسمتی سے اسلامی حکومت ملک میں قائم ہو جاتی ہے تو پھر اسکی نگرانی میں یہ کام بڑے پیمانے پر ہونا چاہیے تاکہ آئندہ ہمیشہ کے لیے فتنہ و فساد کی جڑ کٹ جائے اور حکومت اس مناظرہ کے نتائج فریقین سے بزور تسلیم کروائے۔
فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۹ احکام شریعت صہ ۱۲۷ ۱۰ فتاویٰ رضویہ۔

زبدۃ الاقاویل فی ترجیح القرآن علی الاناجیل

از قلم حضرت مولانا مولوی فقیر محمد صاحب علیہ الرحمہ

قارئین کرام! آج سے تقریباً ڈیڑھ سو (۱۵۰) برس قبل مسلمان علماء اور انگریز پادریوں میں قرآن کریم اور اناجیل کی فضیلت سے متعلق میدان مناظرہ گرم رہا کرتا تھا۔ اگرچہ پادری حضرات کو انگریز سرکار کی مکمل آشیرباد حاصل تھی مگر علمائے اسلام نے اُس ظلم و استبداد سے بھرپور دور میں اسلام اور قرآن کی حقیقت کا دفاع علمی میدان میں کچھ اس انداز سے کیا کہ حکومت کی پُشت پناہی کے باوجود انگریز پادری میدانِ علم میں لاجواب ہو کر بھاگتے رہے اور اسلام کی حقانیت کا جھنڈا مکمل شان و شوکت سے لہراتا رہا۔ اُسی دور میں ۱۲۹۳ھ میں حضرت مولانا مولوی فقیر محمد صاحب علیہ الرحمہ نے ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام زبدۃ الاقاویل فی ترجیح القرآن علی الاناجیل رکھا۔ یہ کتاب ۱۳۰۷ھ میں آج سے تقریباً ۱۱۷ سال قبل چھپی اور علمی حلقوں میں اپنے مبنی برحقیقت ہونے کا سکہ جما دیا۔ یہ کتاب ایک مقدمے اور چودہ فصلوں پر مشتمل ہے جس میں عیسائیت اور اناجیل مروجہ کا تفصیلاً پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے اور دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ مروجہ اناجیل ہر لحاظ سے من گھڑت ہیں اور قرآن کریم کو ہر طرح ان (اناجیل) پر فضیلت و فوقیت حاصل ہے۔ اس کتاب کی موجودہ دور میں افادیت کے پیشِ نظر ادارہ اس کو ماہنامہ القول السدید میں قسط وار شائع کر رہا ہے (ادارہ)

نوٹ: قدیم اردو الفاظ کو جدید میں تبدیل کرنے کے علاوہ باقی تمام کتاب کو من و عن شائع کیا جا رہا ہے اور یہ چھٹی قسط ہے۔

عورت کو طلاق دینا ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِيْ غَيْرِ بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ۔
(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد :

ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو عورت بغیر ضرورت کے اپنے خاوند سے طلاق مانگے اس پر بہشت کی خوشبو حرام کی گئی ہے۔

ایضاً۔ باب عشرۃ النساء فصل ۲ :—

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ
(رواہ ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر تمہارا وہ شخص ہے جو اچھا ہے اپنی بیوی کے ساتھ اور میں اچھا ہوں اپنے اہل کیساتھ۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَّاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ۔
(رواہ الترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ تحقیق کامل ترین مومنوں کا ایمان میں وہ شخص ہے جو بہت اچھا ہو خلق میں اور بہت مہربان ہو اپنے اہل وعیال پر۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ۔
(رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کامل ترین مومنوں کا ایمان میں وہ شخص ہے جو بہت اچھا ہو خلق میں اور بہتر تم میں وہ شخص ہے ہیں جو بہتر ہوں اپنی عورتوں سے۔

ایضاً۔ فصل ۱ :— عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ

ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ (متفق علیہ)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ قبول کرو وصیت عورتوں کے حق میں بھلائی کی کیونکہ تحقیق عورتیں پیدا کی گئی ہیں پسلی ٹیڑھی سے اور تحقیق بہت ٹیڑھی چیز پسلی میں اوپر کی پسلی ہے پس تو اگر اس کو سیدھا کرنا چاہے گا تو توڑ دے گا اور اگر اس کو چھوڑ دے گا تو ہمیشہ کج بنی رہے گی اور میری وصیت عورتوں کے حق میں قبول کرو۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ اٰخَرَ۔
(رواہ مسلم)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ مومن مرد مومن عورت سے ناخوش نہ رہے اگر برا جانتا ہے اس کی کسی خو کو تو راضی ہوگا دوسری خو سے۔

ایضاً۔ فصل دوم :—

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ القشیری عن ابیہ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ اِنْ تُطْعِمَهَا مِمَّا اَطْعَمْتَ وَتَكْسُوْهَا مِمَّا اكْتَسَبْتَ وَلَا تَفْرِبُ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ۔

حکیم بن معاویہ قشیری سے روایت ہے کہ میرے باپ نے حضرت سے پوچھا کہ مرد پر عورت کا کیا حق ہے آپ نے فرمایا کہ جو آپ کھاوے اس سے عورت کو کھلائے اور جو آپ پہنے اُسے عورت کو پہنائے اور اُس کے منہ پر نہ مارے اور اس کی مذمت نہ کرے اور بغیر گھر کے اس کو اکیلا نہ چھوڑے۔

ایضاً۔ کتاب النکاح۔ فصل ۱ :—

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ دنیا سب دولت ہے اور دنیا میں سے اچھی دولت عورت نیکوکار ہے۔

فصل ۲ :— عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ۔

نکاح کرو اُن عورتوں سے جو خاوندوں کو دوست رکھنے والی اور بہت جننے والی ہوں (یہ دونوں باتیں عورتوں کے خویشوں سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہیں)

ایضاً باب عشرۃ النساء فصل ۳ :—

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ اَیُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ قَالَ الَّتِیْ تَسُرُّهٗ اِذَا نَظَرَ وَتُطِيْعُهٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهٗ فِیْ نَفْسِهَا وَلَا فِیْ مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ (رواہ النسائی)

ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سے پوچھا گیا کہ کون سی عورت اچھی ہے فرمایا کہ وہ عورت جو خوش کرے اپنے خاوند کو جس وقت کہ وہ دیکھے اُس کی طرف اور جب وہ کوئی حکم کرے تو اُس کو بجا لائے اور نہ اپنی ذات اور نہ اپنے مال میں اس طرح کا خلاف کرے جس کو خاوند ناخوش رکھے۔

ایضاً فصل ۲ :— عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ (رواہ الترمذی)

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو عورت مر جائے اس حال میں کہ خاوند اس کا اس سے راضی ہو بہشت میں داخل ہو گی۔

مشکوٰۃ باب النظر الی المخطوبۃ فصل ۲ :—

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِعَلِیٍّ يَا عَلِیُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ

بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اے علی نہ ڈال نظر پیچھے نظر کے یعنی ایک (رواہ احمد والترمذی) جو نظر ناگہاں کسی اجنبیہ عورت پر جا پڑے تو دوبارہ پھر نہ دیکھ اُس

کیونکہ جائز ہے تیرے لیے پہلی نظر جبکہ بغیر قصد کے ہو اور جائز نہیں ہے تیرے لیے دوسری نظر۔

ایضاً فصل ۳ :—

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ (رواہ البیہقی)

حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ لعنت کی اللہ نے قصداً دیکھنے والے بیگانی عورت کو اور قصداً اپنا آپ دکھانے والی عورت کو۔

اقوالِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

احیاء العلوم جلد ۲۔ باب عشرۃ النساء :—

وقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ينبغي للرجل ان يكون فی اهله مثل الصبی فاذا التمس ما عنده وجد رجلاً۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ مرد کو چاہیے کہ اپنے گھر میں مثل بچہ کی رہے اور جس وقت اس کے پاس کی چیز طلب کی جائے تو مرد ہو جائے۔

وقال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا تكثر الغيرة على اهلك فترمى بالسوء من اجلك۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اپنی گھر والی پر زیادہ غیرت نہ کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے ہی سبب سے وہ بدنام ہو جائے۔

ایضاً باب آفات النکاح وفوائدہ :—

وكان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ يقول ما اعطی العبد بعد الايمان باللہ خيراً من امراۃ صالحۃ وان منهن غنما لا يحذی منه ومنهن غلا لا يفدی منه۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ بندہ کو ایمان کے بعد کوئی چیز نیک بخت عورت سے بہتر مرحمت نہیں ہوئی اور عورتوں میں بعض ایسی غنیمت ہوتی ہیں کہ کوئی عطا ان کا عوض نہیں ہو سکتی اور بعض طوق گردن ہوتی ہیں کہ ان سے کسی فدیہ کے عوض رہائی نہیں ہوتی۔

وجہ ترجیح تعلیم محمدی

اس فصل میں جو محمدی تعلیم درج ہوئی ہے عورتوں کی نسبت اس کے احکام بلحاظ بیانات انجیل کے مجبوراً غیر ترتیب وار درج کئے گئے ہیں حالانکہ ان کے ترتیب وار پڑھنے سے اظہر من الشمس ہے کہ محمدی تعلیم میں عورتوں کے بارہ میں جس خوبی و خوش اسلوبی سے امور معاشرت اور اُن کے حقوق وغیرہ کا بیان ہوا ہے عیسوی تعلیم اس کے بیان سے بالکل قاصر ہے دیکھو محمدی تعلیم نے نکاح سے پہلے گو عورت کو دیکھ لینے اور پسند کر لینے کی اجازت دے دی ہے تاکہ پیچھے ناراضی پیدا نہ ہو مگر بہ نسبت ظاہری حسن کے عورت کی بڑی خوبی اس کی نیکوکاری اور جننا سونا بتایا اور یہ حکم دیا کہ عورت شہوت رانی کی غرض کے لیے نہیں بلکہ اولاد کے جننے کے واسطے کرنی چاہیے اور اس عمدہ قید کے لگا دینے سے فاحشہ عورتوں سے نکاح کو ناپسند کر کے عورت اور مرد کے باہمی تعلق کو دائمی کر دیا پھر ولھن مثل الذی علیھن میں اُن کے باہمی حقوق کی مساوات بیان کر کے اور ھن لباس لکم اور خلق لکم من انفسکم اور عاشروھن بالمعروف میں اُن کے ساتھ کمال اختلاط برتنے اور پیار و محبت سے رہنے اور دونوں کو ایک دوسرے کی عزت و مال کا پاس و لحاظ رکھنے کی تاکید و ترغیب دے کر اس امر کا اظہار فرمایا کہ اگر کسی باعث سے بی بی ناپسند اور ناگوار ہو تب بھی اس سے اچھا ہی سلوک کرو اس سلوک کے بدلے ہم تم کو بہت سی بھلائی دیں گے اور بحالت بے فرمانی عورتوں کو مردوں کو اس قدرتی فوقیت سے جو ان کو ان پر حاصل ہے آیت فعظوھن واھجروھن میں سمجھانے اور زجر و توبیخ وغیرہ تدابیر کی اجازت دی، لیکن

جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہو اور باہمی معاشرت مرد و عورت میں بالکل فتور واقع ہو کر دلی روابط ٹوٹ جائیں تو صرف جسمانی تعلق کو جو ایک جسم بلا رُوح ہے عالم الغیب نے پسند نہ فرما کر اور خواہ مخواہ عورت کو مردوں کی بند میں رکھنا منظور نہ کر کے مرد کو بحالت اشد ضرورت طلاق کی اجازت دی لیکن چونکہ وہ اس کے نزدیک ابغض الحلال تھی اس لیے صرف ایک ہی طلاق کی اور تین ماہ تک باہمی مصالحت کی مہلت دے کر ان کو اپنے گھر میں رکھنے کی اور گذارہ دینے کا حکم دیا تاکہ اس عرصہ میں روزمرہ کے یکجا رہنے سے شاید مرد کی رنجش دُور ہو جائے یا عورت ہی راہ راست پر آجائے اور مرد اُس سے رجوع کرے۔ بخلاف اس کے انجیل میں جو عورتوں کی طلاق کی نسبت یہ قید لگائی گئی ہے کہ بغیر زنا کے عورت کو نہ چھوڑا جائے۔ اس قید سے گو بظاہر طلاق کا انسداد مدنظر رکھا گیا ہے مگر در اصل اس قید سے بڑی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں اور زناکاری کو ترقی منظور ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جب کسی عورت یا مرد کا کسی ناگزیر بے اتفاقی کے سبب سے ایک دوسرے کو چھوڑنے کا ارادہ ہوگا تو وہ اپنی مخلصی اور رہائی کے لیے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ دیکھے گا کہ خواہ مخواہ زناکاری کا مرتکب ہو۔ محمدی تعلیم میں جو عورتوں کے پردہ کا حکم ہے وہ ایسے اصول برجستہ اور خوبیوں پر مبنی ہے کہ اس سے بڑی بڑی برائیوں کا انسداد اور بچاؤ منظور ہے چنانچہ مسلمانوں کی دیکھا دیکھی اکثر غیر اقوام نے بھی پردہ کی رسم کو پسند کر کے اس کو اپنے یہاں جاری کر دیا حتیٰ کہ اب بعض عیسائی بھی اس عمدہ اصول کو پسند کرنے لگے ہیں لیکن عیسائی تعلیم کی آزادی نسواں ان کو کچھ کرنے نہیں دیتی۔ اگرچہ انجیل کہتی ہے کہ جو کوئی شہوت سے کسی عورت پر نگاہ کرے وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ مرد بیگانی عورتوں کو نہ دیکھیں اور نہ

عورتیں بیگانے مردوں کو دیکھیں اور نہ اُن پر اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کریں جو شہوت سے ایک دوسرے کو دیکھنے کی نوبت پہنچے۔ تمام جہان کے عقلاً اس بات پر متفق ہیں کہ نظر ایک ایسا ناگہانی تیر ہے کہ اس سے آدمی کو ایسی ایسی قباحتوں و بلیّات کا سامنا پڑ جاتا ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا چنانچہ ایک صاحب کا قول ہے ؎

تھی نظر یا کہ جی کی آفت تھی
وہ نظر ہی وداعِ طاقت تھی
ہوش جاتا رہا اک نگاہ کے ساتھ
صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ

پس اگر انجیل کا ناطق عالم الغیب ہوتا تو وہ قرآن کی طرح شہوت سے ایک دوسرے کو دیکھنے کا منبع ہی بند کر دیتا۔

پھر کثرت ازواج جس کی توریت میں انبیائے سابق مثل ابراہیم و موسیٰ و داؤد اور سلیمان وغیرہ کی بہت سی بیبیاں نکاح میں لانے سے عام اباحت تھی کہ جتنی مرد چاہے بھی بیبیاں کر لے اور انجیل کے بعض اشارے صرف ایک ہی بی بی کی اجازت دیتے تھے۔ قرآن نے اس افراط و تفریط کا اس طرح پر فیصلہ کر لیا کہ پہلے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع کے ارشاد سے بے تعداد کثرت کو روک کر چار تک اُن کی حد مقرر فرمائی۔

پھر وان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة کے فرمان واجب الاذعان میں عدالت کی ایک ایسی اخلاقی شرط لگا دی کہ خواہ مخواہ آدمی ایک ہی بی بی کر سکے اور اس طرح پر فیصلہ اس لیے صادر فرمایا کہ توریت والی بلا تعداد کثرت ازواج کی قباحتیں تو اظہر من الشمس ہی ہیں اور انجیل کے بموجب صرف ایک عورت پر مجبور رہنے میں یہ قباحت تھی کہ نکاح سے اہم فائدہ یہ مدنظر ہوتا ہے کہ توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہو اور گھر بار کا بندوبست قائم رہے مگر

(باقی آئندہ)

MONTHLY

Al-Qaul-us-Saddeed

Karam Park Misri Shah, Lahore-54900

Registered No. L.R.L - 03

اہلِ علم حضرات کے لئے خوشخبری

فتاوٰی رضویہ

۲۵ جلدیں

خصوصیات جدید ایڈیشن

- عربی فارسی عبارات کے مقابل سلیس اُردو ترجمہ
- نادر اور قیمتی حوالہ جات کی تخریج، بقیدِ جلد، صفحہ اور مطبعِ کتاب
- عبارات کی پیرابندی قامہ ڈیش کے ساتھ
- کتابت اعلیٰ، کاغذ بہترین، آفسٹ طباعت، جلد مضبوط ڈائی دار
- ہر جلد کے ساتھ ماخذ و مراجع کے عنوان سے سینکڑوں کُتب اور اُن کے مُصنّفین مع سنِ وفات
- سائز ۲۰×۳۰، صفحات ہر جلد اوسطاً ۷۵۰

باقی جلدوں پر تیز رفتاری سے کام جاری ہے

ملنے کے پتے

رضا فاؤنڈیشن ○ مکتبہ تنظیم المدارس ○ مکتبہ قادریہ

جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور